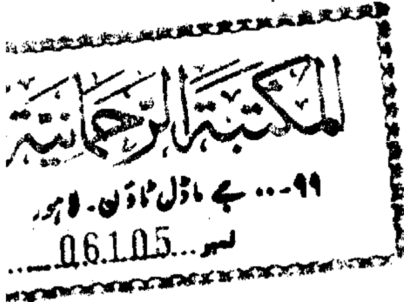
تبلیغی جماعت کا اسلام

پروفیسر سیّد طالب الرّحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم



کتاب : تبلیغی جماعت کا اسلام

مصنف : پروفیسر طالب الرحمٰن

تعداد : ایک ہزار

اشاعت : جنوری ۹۵ء

صفحات : ۱۸۴

ناشر : المعہد العالی للدراسات الاسلامیۃ والعصریۃ راولپنڈی۔

تابع : ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ' لاہور

***

مصنف کی تالیفات

۱ = التحقیق فی مسئلہ رفع الیدین
۲ = النجات فی رفع الشبہات
۳ = تعویذ کی شرعی حیثیت
۴ = نور و بشر پر ایک تحقیقی مکالمہ
۵ = ہر اہلحدیث کے نام ایک درمندانہ اپیل
۶ = اصلی حنفی نماز
۷ = دیوبندیت
۸ = تبلیغی جماعت کا اسلام

لاہور میں ملنے کا پتہ

گرجاکھی کتب خانہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون : ۷۲۲۳۶۴۴

فہرست

مقدمہ

جس خلوص اور محنت کے ساتھ تبلیغی جماعت اس تبلیغی محنت کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔ ان کی اس محنت اور خلوص میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن کیا صرف محنت اور خلوص ہی جنت کے حصول کے لئے شرط ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو عیسائیوں کے گرجوں میں دنیا سے تعلق توڑ کر راہبانہ زندگی بسر کرنے والے ان افراد کا کیا قصور ہے جو اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور گرجوں کی چار دیواری کو پھلانگ کر واپس دنیا میں پلٹ آنے کو گناہ عظیم گردانتے ہیں اور اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر دینے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے اور واقعی نفی میں ہی ہونا چاہیے کیونکہ جنت کے حصول کے لئے اصل بنیاد عقیدہ اور اس دور کے نبی کی اتباع ہے۔ کیا ہم واقعی تبلیغی محنت میں اپنے نبیؐ کے طریقے کی اتباع کر رہے ہیں وقت لگانے اور قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لیجئے۔

۱ - کیا احادیث میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ اکرام کو بھی اللہ کے رسول نے تین دن سے لے کر چلہ اور چلے سے لے کر سال اور ساری زندگی کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ملکوں کے لامتناہی سلسلے کے لئے نکالا ہو ؟ ایسا کوئی ثبوت کتب احادیث میں موجود نہیں ہے بلکہ آپؐ نے جس مبلغ یا جماعت کو کسی علاقے میں بھیجا ان کو اسی علاقے کا مستقل معلم بنا کر بھیجا تاکہ وہ اپنے کردار اور عمل سے بھی لوگوں کو مسلمان کرے۔

۲ - کیا احادیث کے اوراق میں آپ کو یہ بات ملتی ہے کہ مکہ سے ایک جماعت مدینہ جا رہی ہو اور مدینہ والی جماعت مکہ آ رہی ہو جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ لاہور والے راولپنڈی تبلیغ کرنے آ رہے ہیں اور پنڈی والے لاہور جا رہے ہیں۔ خود سوچئے

جب لاہور والے راولپنڈی تبلیغ کے لئے آتے ہیں تو کیا لاہور والے سب مسلمان ہو گئے یا انہوں نے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو راولپنڈی کی جماعت وہاں کیا لینے جا رہی ہے کیا ان کے پاس الہ دین کا چراغ ہے کہ جو کام وہاں کے مقامی افراد سے نہ ہوا وہ یہ کر لیں گے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مقامی آدمی کا اپنے علاقے میں اثر رسوخ ہوتا ہے۔ اس کا اپنا ایک حلقہ احباب ہوتا ہے۔ اس کی اپنی برادری ہوتی ہے۔ اس کا اپنا قبیلہ ہوتا ہے۔ دین کا جو کام ایک مقامی آدمی اپنے علاقے میں کر سکتا ہے۔ ایک اجنبی وہ کیسے کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ ان کے طور اطوار سے واقف نہیں ان کی عادات سے واقف نہیں ان کے رسم رواج سے واقف نہیں جبکہ تبلیغ دین میں یہ تمام چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

۳ - آخر یہ کیا وجہ ہے کہ صرف تبلیغی جماعت کو ہی ہر ملک میں تبلیغ کی اجازت ہے۔ کیا یہ وجہ تو نہیں کہ یہ جماعت لوگوں کے ہاتھوں سے تلوار چھین کر لوٹا اور مصلا تھما دیتی ہے انہی صوفی بنا کر راہبانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور ان میں جہاد بالسیف کی روح ختم کر دیتی ہے۔ واقعی یہی وجہ ہے اسی لئے جہاد کی تمام آیات و احادیث کو تبلیغی چلت پھرت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور ظلم یہ کہ جہاد و بالسیف کو جہاد اصغر اور اپنی سیر تفریح کو جہاد اکبر ثابت کیا جاتا ہے۔

افغانستان کی سرحد پر برسرپیکار مسلمانوں کو نفس کی اصلاح کے لئے رائے ونڈ جانے کی ترغیب دی جاتی ہے اور جہاد کی باتوں کو سیاست کی باتیں کہہ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اسی لئے جہاد افغانستان و کشمیر میں تبلیغی جماعت کے علاوہ ہر جماعت نے حصہ لیا۔ کیا آج تک کسی تبلیغی عالم

کا بھی نفس سے جہاد مکمل نہیں ہوا جو جہاد بالسیف میں حصہ لے سکے۔ کیا آپ نے کبھی اس نقطے پر غور و فکر کیا ہے۔

۴ ۔ کیا احادیث کے مطالعے سے آپکو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تبلیغ کا کام صرف جہلاء کے ذمے ہے۔ علماء اس سے بری ہیں۔ اگر نہیں تو پھر تبلیغی چلوں میں تبلیغی کام صرف جہلاء سے ہی کیوں لیا جاتا ہے جن کو سوائے ان تبلیغی نمبروں کے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

۵ ۔ کیا قرآن مجید نے اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک فضائل دوسرا مسائل۔ اگر نہیں تو پھر تبلیغی جماعت والوں سے جب مسائل پوچھے جاتے ہیں تو وہ یہ بات کیوں کہتے ہیں کہ مسائل اپنے اپنے علماء سے پوچھیں ہم تو فضائل ہی سنانے آئے ہیں اگر اللہ کے رسول بھی اس دنیا میں صرف فضائل ہی سنانے آتے تو آپ کو کبھی اتنی تکالیف برداشت نہ کرنا پڑتیں۔

۶ ۔ کیا لوگوں کو نماز کی دعوت دینا اسوہ رسولؐ ہے۔ اگر نہیں تو پھر نبیؐ کے طریقے کو کیوں نہیں اپنایا جاتا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ نبیؐ تو کافروں کو تبلیغ کرتے تھے اس لئے توحید کی دعوت دیتے تھے چونکہ ان کا عقیدہ خراب تھا ہم تو مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ تو کیا آپ کو یہ تمام لوگ صحیح عقیدے والے نظر آ رہے ہیں جو قبروں کو پوجتے ہیں۔ وہاں سجدے اور رکوع کرتے ہیں۔ وہاں نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہے۔ قبروں والوں سے اولاد مانگتے ہیں انہیں نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ انہیں داتا ' امام بری ' گنج بخش وغیرہ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ کیا عقیدے کی کوئی خرابی باقی رہتی ہے جو ان میں نہ ہو اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم یہ کہہ کر اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین پیدا ہو جائے ان کی توحید درست کرتے ہیں۔ تو کیا اس ایک فقرے سے توحید کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ ایسی توحید تو مشرکین مکہ کی بھی تھی کہ وہ خالق ' مالک اور رزاق اللہ ہی کو مانتے تھے۔ پھر نبیؐ نے ان کو توحید کا درس کیوں دیا۔

۷ ۔ پھر جب آپ نبیؐ کے طریقے میں کامیابی اور غیر کے طریقے میں ناکامی کا سبق دیتے ہیں تو مسائل اپنے اپنے فرقے اور مسلک کے علماء سے پوچھنے کا کیا معنی ہے۔ نبیؐ کا طریقہ پیش نظر کیوں نہیں رکھا جاتا۔

۸ ۔ جب دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تو تبلیغی جماعت والے دین کا علم حاصل کرنے یعنی قرآن حدیث باقاعدہ پڑھنے کے لئے کسی کے سامنے زانوائے تلمذ طے کرتے ہیں یا تبلیغی سیر کے دوران ہی فضائل کی من گھڑت روایات و واقعات سے اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہیں اور خود کو سیراب کرتے ہیں۔

۹ ۔ کیا زکریا صاحب کی تصانیف قرآن و حدیث کا متبادل ہیں۔ اگر نہیں تو پھر مساجد میں درس قرآن اور درس حدیث کی بجائے تبلیغی نصاب کے درس کا اہتمام کیوں' سوچئے کہیں ایسا تو نہیں کہ دین اکبر کی طرح دین اسلام کی بجائے تبلیغی دین کا پھیلاؤ تو مقصود نہیں۔ جس میں توحید کے ساتھ ساتھ شرک کی چاشنی اور سنت کے کر ساتھ ساتھ بدعت کی ملاوٹ ہو اور ہر گمراہ فرقے کے لئے اس کے ذوق کے مطابق اس کی روحانی غذا کا اہتمام کیا گیا ہو۔

۱۰ ۔ اور اگر تبلیغی نصاب کا ہی مطالعہ کرنا ہے تو تبلیغی علماء اس کتاب سے ان خرافات کو نکال کر باہر کیوں نہیں پھینک دیتے جن کی وجہ سے عوام کے عقیدے برباد ہو رہے ہیں جبکہ یہی علماء روایات کی چھان پھٹک کرتے ہیں۔ تو یہ نصاب چھان پھٹک سے ماوراء کیوں۔

سبب تالیف

عام لوگ تبلیغی جماعت کی اس دعوت "اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر سے کچھ نہ ہونے کا یقین نبیؐ کے طریقے میں کامیابی اور غیر کے طریقے میں ناکامی" سے یہ بات سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ لوگ موحد اور متبع سنت ہیں۔

حالانکہ پہلے جزو میں اقرار تو توحید کا ہے۔ لیکن جب آپ تبلیغی نصاب و فضائل صدقات کا مطالعہ کریں (جس کی تبلیغی جماعت والے مساجد اور گھروں میں تلاوت کرتے ہیں اور بڑے فخر سے یہ بات کہتے ہیں کہ "قرآن کے بعد سب سے زیادہ تبلیغی نصاب کا پھیلاؤ ہوا ہے (ذکر و اعتکاف کی اہمیت ص ۶۷) اس نصاب میں شرکیہ واقعات کی بھرمار ہے جو ان کے توحید کے پول کو کھول دیتے ہیں۔

اسی طریقے سے زبان سے تو نبیؐ کے طریقے میں کامیابی کا اقرار کریں گے اور نماز حنفی پڑھیں گے۔ بلکہ کم علمی کی وجہ سے جو اہل حدیث ان کے ساتھ چل پڑتے ہیں یہ ان سے محمدی نماز چھین کر حنفی نماز تھما دیتے ہیں۔ (علاقہ گلیات میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں)

اور ان کا شاطرانہ طریقہ واردات یہ ہے کہ رفع الیدین اور اونچی آمین کہنے والوں سے یہ کہتے ہیں دیکھیں آپ کا عمل واقعی سنت کے مطابق ہے۔ ہمارے ساتھ جانے والے اکثر لوگ اس پر عمل نہیں کرتے آپ کے عمل کرنے سے فتنے کا اندیشہ ہے اور فتنہ

الفتنة اشد من القتل) (الآیتہ)

قتل سے زیادہ شدید ہے اگر آپ ان سنتوں پر عمل نہ بھی کریں۔ تو اللہ آپ کو نیت کا ثواب تو دے ہی دے گا بھولے بھالے اہل حدیث ان کے اس جال میں آکر نبیؐ کی سنتوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور ان کی اپنی نماز سنت کے مخالف

ہوتی ہے۔ مثلاً نماز کی ابتداء میں زبان سے نیت کرنا اور کانوں کے برابر ہاتھ کرنے کی بجائے کانوں کو ہاتھ لگانا۔ اس کا ثبوت قرآن و سنت میں نہیں ملتا اسی طرح ہاتھ باندھتے وقت مرد زیر ناف اور عورت سینے پر ہاتھ باندھے ذخیرہ حدیث میں یہ تفریق کسی صحیح تو کجا ضعیف میں بھی نہیں۔ اسی طرح نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے کا حکم حدیث میں ہے اور درمیان میں جگہ چھوڑنے کی ممانعت ہے (جس پر تبلیغی جماعت والے عمل پیرا ہیں) جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

سووا صفوفکم و حاذوا بین مناکبکم ولینوا فی ایدی اخوانکم وسدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلة الخذف یعنی اولاد الضان الصغار (مشکوۃ ص ۹۸ بحوالہ احمد)

اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو برابر کرو اور نرمی اختیار کرو۔ جگھوں کو پر کرو بے شک شیطان بکری کے بچے کی مانند صف کی خالی جگہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہؐ نے دوسری رکعت سے اٹھنے کے لئے فرمایا۔

حتی نطمئن جا لسا (مشکوۃ ص ۷۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

یہاں تک کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے۔ تبلیغی جماعت والے پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں اسی طرح نماز میں نبیؐ نے پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرنے کا حکم دیا۔

"واستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلة (مشکوۃ ص ۷۵ بحوالہ بخاری)

اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرو تبلیغی جماعت والے پاؤں کی انگلیاں شمال مغرب اور جنوب مغرب کرتے ہیں اسی طرح ابو حمید ساعدی صحابہ کی جماعت میں اس دعوے کے ساتھ کہ

"انا احفظکم لصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

میں تم میں سے سب سے زیادہ نبیؐ کی نماز یاد کئے ہوئے ہوں۔ آخری تشہد میں نبیؐ کے بیٹھنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

"قدم رجلہ، الیسریٰ و نصب الاخریٰ وقعد علی مقعدتہ
(مشکوۃ ص ۷۵ بحوالہ بخاری)

نبیؐ اپنے بائیں پاؤں کو باہر نکال کر دایاں پاؤں کھڑا کرتے اور کولھے پر بیٹھتے اور تبلغی جماعت والے عورتوں کو تو اسی طرح بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں ۔ اور خود نبیؐ کی مخالفت کرتے ہوئے پاؤں پر بیٹھتے ہیں ۔ یہ تو میں نبیؐ کے وہ طریقے بتلا رہا ہوں جن میں کوئی اختلاف نہیں ۔ چلیں رفع الیدین میں تو اختلاف ہے ۔ صحیح نہ سہی ضعیف حدیث تو ہے رفع الیدین نہ کرنے کی (حالانکہ صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے اور یہ سب کچھ حنفیت کے بچاؤ کے لئے کرتے ہیں ۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ورنہ ان کے اکثر علماء بھی ترجیح رفع الیدین کو ہی دیتے ہیں ۔ اب جن سنتوں پر عمل کرنے کی یہ تاکید کرتے ہیں وہ سنتیں ہیں جن سے حنفیت پر کوئی زد نہیں پڑتی اور فقہ حنفیہ کی رو سے جائز ہیں ۔ مثلاً مسواک کرنا، لباس جوتا دائیں طرف سے پہننا اور دائیں ہاتھ سے بیٹھ کر پانی پینا وغیرہ، اگر ان کو واقعی نبیؐ کی سنت سے محبت ہوتی تو نبیؐ کی اس سنت کو جسے عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں ۔ کہ نبیؐ نے فرمایا

"صلوا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین صلوا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین قال فی الثالثۃ لمن شاء

مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو تیسری مرتبہ فرمایا جس کا دل چاہے اور پھر اس سنت پر عمل کرنے کا رحجان اتنا تھا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ۔

"کنا بالمدینتہ فاذا اذن الموذن لصلوٰۃ المغرب ابتدروا السواری فرکعوا رکعتین حتیٰ ان الرجل الغریب لیدخل المسجد فیحسب ان الصلوٰۃ قد صلیت من کثرۃ من یصلیھا
(مشکوۃ ص ۱۰۵ بحوالہ مسلم)

ہم مدینے میں تھے جب موذن مغرب کی اذان دیتا تو لوگ ستونوں کے پیچھے ہو کر دو دو رکعتیں پڑھتے حتیٰ کہ ایک پردیسی مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتوں کے پڑھنے

والوں کی کثرت کی وجہ سے یہ گمان کرتا کہ جماعت ہوچکی ہے۔ اس سنت پر تبلیغی جماعت والے عمل نہیں کرتے حالانکہ نفل نوافل کثرت سے ادا کرتے ہیں۔ اس سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سنتیں حنفیت میں جائز نہیں ۔

اس کتاب کے لکھنے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ ان اہل حدیث حضرات کو خبردار کرنا ہے (جو تبلیغی جماعت کے چکر میں ان کی میٹھی میٹھی باتوں اور اخلاق کی وجہ سے پھنس چکے ہیں) کہ ان لوگوں کی تبلیغ کا مقصد سوائے حنفیت کے پرچار کے کچھ نہیں آپ ان کے ساتھ شامل ہو کر حنفیت کے پھیلانے میں برابر کے شریک ہیں جس کا پھیلانا اللہ کے نزدیک جرم ہے اسی طرح دوسرے اہل حدیثوں کو اس جماعت میں شامل ہونے سے بچانا ہے اس کتاب کی تالیف کا دوسرا مقصد یہ بات تبلیغی بھائیوں کے گوش گزار کرنی ہے۔ کہ حنفیت کو پھیلا کر وہ اسلام کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ من گھڑت واقعات سے شرک کے لئے زمین ہموار کر رہے ہیں اگر آپ خالص توحید و سنت یعنی قرآن و حدیث کی دعوت لے کر اٹھیں تو اللہ بھی آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔ اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔

ابواسامہ مدیرالمعہد العالی للدراسات الاسلامیة والعصریة
راولپنڈی



زکریا صاحب حنفی دیوبندی

تبلیغی جماعت دراصل حنفیت کی گونگی تبلیغ ہے۔ ان کے دعوے کچھ ہیں اور عمل کچھ۔ زبان سے نبیؐ کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ اس کی دعوت دو (۱) اور اس پروگرام کو حضورؐ کے طریقہ کو زندہ کرنے کی کوشش کا نام دینا پسند کرتے ہیں (۲) اور نماز کو اس حقیقی شکل میں قائم کرنا ان کے چھ نکات میں شامل ہے۔ (۳) شاید حنفی نماز ہی اس کی حقیقی شکل ہو (واللہ اعلم) وہ اس لئے کہ زکریا صاحب ایسے پکے حنفی تھے کہ ان کے بقول وہ رکوع و سجود تو حنفی امام کے ساتھ کرتے لیکن چار علیحدہ علیحدہ مصلوں کی وجہ سے قرآن شافعی امام کا سنا کرتے تھے (۴) کیونکہ اس قاری کی آواز بہت اچھی تھی۔

زکریا صاحب اور ان کے اکابر کے حنفی ہونے کی گواہی مختلف علماء سے ملاحظہ فرمائیں مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب فرماتے ہیں۔ "حضرت شیخ اپنے اکابر و اساتذہ کی طرح مسلکاً حنفی ہیں (۵) زکریا صاحب خود بھی لکھتے ہیں کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظم کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے (۶) اسی طرح زکریا صاحب کے مرید صوفی اقبال صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "مالکی اور حنبلی علماء فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنا اپنا مسلک اور مذہب اس حنفی عالم (زکریا صاحب) کی کتب سے معلوم ہوتا ہے (۷) اور پھر زکریا صاحب صرف حنفی ہی نہیں بلکہ حنفی کی SUB CASTE سے بھی خاص تعلق ہے اسی لئے خود فرماتے ہیں "بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ اور شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ کے لئے اقرب الطریق سمجھتے ہیں اس لئے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا

کہ مودودی جماعت اور دیو بندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں دھوکہ دینا ہے (۸) دیو بندیت سے محبت کی وجہ سے ہی تو زکریا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ "مجھے تذکرہ مشائخ دیو بند کا اشتیاق ہے (۹)
کیا زبان سے نام نبی کا لینا اور عمل حنفیت اور دیو بند بت پر کرنا بغل میں چھری منہ میں رام رام کے مترادف نہیں۔

حنفیت پر عمل

مندرجہ ذیل مسائل سنیئے تاکہ آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ عمل قرآن و سنت کی بجائے فقہ حنفیہ پر کیا جاتا ہے۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔
"جب پیاسا بن کے پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اسے کہدے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو یعنی حنفی حنفی علماء سے پوچھے اور شافعی شافعی علماء سے پوچھے اہل حدیث اپنے علماء سے پوچھے کیا ان کی یہ ذمہ داری نہیں کہ بجائے لوگوں کے اقوال بتانے کے سب کو قرآن و سنت کے مسائل سے روشناس کیا جائے اسی طرح ایک جگہ محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔
"ہر مسلک والے کو کہدیا جاوے کہ اپنے اپنے مسلک و فقہ کے مطابق مسائل کو سیکھتے رہیں۔ (۱۱) "مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کے ماننے والوں کا حلقہ الگ الگ کر دیا جائے اور کوئی ایک دوسرے سے تعارض نہ کرے (۱۲)" کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا"
اتبعوا ماانزل علیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (القرآن)
اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو۔ سوچیئے اللہ نے قرآن و حدیث اتارا ہے یا آئمہ کی فقہ۔
یہ تو مطلق فقہ حنفیہ پر عمل کا مشورہ و نصیحت تھی اب لیجئے عمل نصیحت کے مطابق مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

"وتروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھا لینے چاہیئں جیسے تکبیر تحریمہ میں (۱۳) یہ حکم فقہ

حنفیہ والوں کا تو ہے۔ کیا کتاب و سنت سے اس کا کوئی ثبوت دے سکتا ہے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت سہارنپوری کی (تراویح کی) ۲۰ رکعت اسی طرح پوری ہوتیں کہ ہر رکعت میں گرنے کا اندیشہ ہوتا (۱۴)

اب یہ کہنا کہ نبیؐ کے طریقے میں کامیابی اور غیر کے طریقے میں ناکامی کا یقین ہو جائے کیا ۲۰ رکعت ادا کرنا بھی نبیؐ کا طریقہ ہے۔ یہ دعوی کسی بھی حنفی عالم کا نہیں وہ سنت تو آٹھ رکعت کو ہی تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں۔

لامناص من تسلیم ان التراویح لعلیہ السلام ثمانین رکعۃ (عرف الشذی)

حدیث کی مخالفت

اسی طرح مولانا محمد یوسف تبلیغی جماعت کے (حضرت جی) کے بارے میں ہے۔

"عموماً نماز فجر خوب اسفار میں ہوتی" (۱۵)

غلس کی بجائے اسفار میں نماز پڑھنا احناف کا طریقہ ہے۔ حالانکہ رسول اللہؐ کا فجر پڑھ کر فارغ ہونے کا وقت یہ تھا

وکان ینفتل من صلوۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ، ویقراء بالستین الی المائتہ۔ متفق علیہ مشکوۃ ص ٦٠

آپؐ نماز سے اس وقت فارغ ہوتے حتی کہ ایک نمازی اپنے ساتھ والے کو پہچان لیتا اور ٦٠ سے لے کر ۱۰۰ آیتیں پڑھتے۔

اسی طرح ایک حدیث میں صبح کی نماز کا وقت بتلایا گیا

"والصبح بغلس" متفق علیہ مشکوۃ ص ٦٠

کہ آپؐ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آپؐ صبح اس وقت پڑھتے

فتنصرف النساء متلفعات بمرو طھن مایعرفن من الغلس (متفق علیہ مشکوۃ ص ٦٠)

کہ عورتیں نماز پڑھ کر لوٹتیں اور انہوں نے چادریں لپیٹی ہوتیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔

اسی طرح صوفی اقبال نے حسب ارشاد زکریا صاحب حسین احمد کی ایک تقریر طبع کرائی جس میں وہ کہتے ہیں۔

"داڑھی کا منڈانا یا خمس کرانا ایک مٹھی سے کم کو کتروانا شریعت میں جائز نہیں ہے(۱۶) یہ کونسی شریعت ہے۔ حنفی یا محمدیؐ۔ محمدیؐ شریعت میں تو یہ حکم ہے نبیؐ نے فرمایا

خالفوالمشرکین اوفروا اللحی ----- واعفوا اللحی متفق علیہ

مشکوٰۃ ص ۳۸۰

مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی کو بڑھاؤ داڑھی کو معاف کرو۔

مولانا مودودی پر برسنا

اسی طریقے سے مولانا زکریا صاحب کا مولانا مودودی پر برسنا بھی ملاحظہ فرمائیے۔

محمد شاہد سہارنپوری فتنہ مودودیت از زکریا صاحب کے مقدمے میں مولانا مودودی کے ایک ساتھی "جو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاد تھے" پر یوں فرد جرم عائد کرتے ہیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب القضاء پڑھاتے وقت مجتہد ہونے کی شرائط اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے خلاف زوردار تقریر کی اور اپنے زمانہ میں اس کی شدید ضرورت کا احساس دلایا (صفحہ نمبر ۱۶)

زکریا صاحب مدرسہ مظاہر علوم کے اسی استاد (جو کہ پہلے زکریا صاحب کے ہم خیال تھے۔ مگر بعد میں مودودی صاحب سے متاثر ہوگئے) کو سمجھانے کے لئے ایک خط لکھتے ہیں۔

"چھٹی چیز جو جماعتی حیثیت سے ہم لوگوں کے مسلک کے بالکلیہ خلاف ہے وہ اجتہاد پر زور ہے یہ چیز لٹریچر کی ایسی کھلی خصوصیت ہے۔ جس کے لئے کسی عبارت کے نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں (۱۷)

ہم لوگوں کے مسلک سے مراد قرآن و سنت نہیں۔ کیونکہ اجتہاد کا دروازہ کس وحی

کے ذریعے بند کیا گیا جو کھل نہیں سکتا۔ کیا اسلام میں اب اجتہاد کرنے کی اجازت کسی حکم سے منسوخ ہو گئی ہے۔ ہاں مسلک سے مراد حنفیت ہے جس میں اجتہاد کے دروازے کو بند کر دیا گیا ہے۔ اور کھولنا جرم ہے۔

حدیث کی مخالفت

اسی طرح محمد عیسیٰ صاحب صف بندی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"امام کے پیچھے صف بندی کے ذریعے یہ سمجھایا کہ امت میں امیر سے جوڑ اور آپس کا جوڑ ضروری ہے اور جوڑ کے لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

كانهم بنيان مرصوص

ترجمہ: مانند پگھلے ہوئے سیسے کی دیوار کے جڑ جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(كجسد واحد) مانند

ایک جسم کے جوڑ پیدا ہو جائے" ۱۸

اب صف میں ایک بالشت کا فاصلہ رکھ کر کھڑا ہونا کس شریعت کا مسئلہ ہے۔

جس پر تبلیغی بھائی عمل پیرا ہیں۔

شریعت محمدی کا تو یہ حکم ہے۔

اقيموا صفوفكم، وتراصوا، سووا صفوفكم ، استووا، (متفق عليه مسلم مشكوة ص ۹۸)

اسلام تو درمیان کی جگہ کو بند کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وسدوا الخلل رواہ ابوداؤد مشکوۃ ص ۹۹

کیونکہ آپؐ فرماتے ہیں۔

فوالذى نفسى بيده انى لارى الشيطان يدخل من خلل الصف كانها الخذف (ابوداؤد مشكوة ص ۹۸)

پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو صفوں کے درمیانی جگہوں میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اب

احناف کا عمل حدیث کی بجائے فقہ حنفی پر ہے۔ اسی طرح زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ حافظ محمد حسین نے غلط لقمہ دے دیا میں نے ایک دم صحیح لقمہ دیا حضرت حافظ صاحب کی زبان سے بے اختیار نکل گیا نماز ہی میں "ہاں" اور پھر جو میں نے بتایا تھا وہی حافظ صاحب نے بتایا تراویح کے بعد کے وقفے میں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت نے میرا لقمہ لیا یا حافظ صاحب کا؟ میرا مطلب یہ تھا کہ حافظ صاحب کی نماز تو ہاں کہنے سے ٹوٹ گئی۔ اور حضرت نے اگر ان کا لقمہ لیا ہوگا۔ تو میں عرض کروں گا کہ سب کی نماز ٹوٹ گئی۔ حضرت قدس سرہ میری حماقت کو سمجھ گئے حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں باولا تھا جو ان کا لقمہ لیتا۔ ۱۹

اس طرح نماز ٹوٹنا اور امام کی نماز ٹوٹنے سے سب کی نماز ٹوٹنا فقہ حنفیہ کا مسئلہ ہے نہ کہ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کا حالانکہ حدیث میں تو یہ واقعہ آتا ہے۔ معاویہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے "یرحمک اللہ" کہا تو لوگوں نے مجھے گھورا میں نے کہا "واثکل امیاہ" تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میری طرف ایسے دیکھ رہے ہو۔ تو انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے پس جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں۔ پس جب رسول اللہؐ نے نماز ادا کی میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں میں نے اس سے پہلے اور اس واقعہ کے بعد آپؐ سے بہتر تعلیم دینے والا نہیں دیکھا اللہ کی قسم انہوں نے نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ گالیاں دیں۔ آپ نے فرمایا نماز میں لوگوں کا کلام جائز نہیں الخ (مسلم مشکوٰۃ ص ۹۰)

احناف کے اصول کے تحت تو نبی کو اسے حکم دینا چاہیئے تھا کہ نماز دوبارہ پڑھو تمہاری نماز ٹوٹ گئی۔ اسی طرح ابن عمرؓ کا واقعہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک نمازی کو سلام کیا تو اس نے جواب دیا تو ابن عمرؓ نے اس کو سمجھایا۔ جب تم سے کبھی کوئی سلام کہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ کلام نہ کرے ہاتھ سے اشارہ کرے (بحوالہ مالک مشکوٰۃ ص ۹۲) احناف کے اصول کے تحت ابن عمرؓ کو فتویٰ دینا چاہیئے تھا کہ

نماز دوبارہ پڑھو تیری نماز ٹوٹ گئی۔

اسی طرح بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

"چار رکعت والی نماز میں بیچ کے قعدہ میں اگر کوئی شخص درود شریف پڑھ جاوے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے (۲۰)

اب یہ مسئلہ خالصتاً فقہ حنفیہ کا ہے ورنہ احادیث میں تو درمیانی تشہد میں درود شریف پڑھنے کا بھی تذکرہ آیا ہے۔ (تلخیص الحبیر)

اسی طرح زکریا صاحب مکہ میں حج کے دنوں کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "خطبہ کے بعد مسجد میں اذان و باقامتین ظہر و عصر جمع ہوا کرتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اذان خطبہ سے مقدم ہے۔" ۲۱

یہاں بھی حنفیہ کا طریقہ ہی اپنے پیش نظر رکھا۔

بالغ لڑکی کی آزادی

اسی طرح مولانا الیاس صاحب میوات کی حالت زار بیان کرتے ہیں۔ کہ یہاں پہلے تو باہمی نکاح کو کفر و حرام سمجھتے تھے۔ اب زبان سے تو حلال و جائز کہتے ہیں مگر معاملہ وہی ہے۔

"چنانچہ موضع اٹاوڑ تحصیل نوح کے ایک مرد عورت نے باہمی راضی رضا ہو کر اس خیال سے اگر یہاں نکاح ہوگیا تو قوم سخت ستاویگی ملک سے نکل کر نکاح کر لیا ۲۲

مرد عورت کا باہمی راضی ہو کر نکاح کر لینا کیا فقہ حنفیہ کا مسئلہ نہیں۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔

ویجوز نکاحها نفسها بالغة بغیر ولی (حاشیہ اصول الشاشی ص ۷)

بالغ عورت کا بغیر ولی کے اپنی رضامندی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل باطل باطل

(اصول الشاشی ص ۷)

جو عورت بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ۔

کانوالا یرون ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ مشکوٰۃ)

کہ صحابہ تارک نماز کے علاوہ کسی فعل کے تارک کو کافر نہ سمجھتے تھے اور نبیؐ کا یہ فرمانا کہ

بین الکفر و الرجل ترک الصلوۃ (مشکوٰۃ)

انسان اور کفر کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے۔ اب زکریا صاحب کا حنفی مسئلہ بھی سن لیں۔

"اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں ۲۳ اسلام میں تارک نماز کافر اور چونکہ حنفی فقہ میں تارک نماز کافر نہیں لہذا زکریا صاحب کا بھی مسئلہ حنفیت والا ہوا۔

نماز میں ہوا خارج کرنا

اسی طرح زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"بے اختیار اور بے ارادہ بھی ہنس پڑنے سے (نماز) ضائع ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جانے سے ضائع ہو جاتی ہے۔ ۲۴

کیا بے اختیار اور بے ارادہ والی عبارت یہ نہیں بتلاتی کہ یہ فقہ حنفیہ کا وہ مسئلہ ہے جس میں احناف کہتے ہیں۔

ان سبقہ الحدث بعد التشھد بعد ماقعد قدرالتشھد تو ضاء و سلم -------- و ان تعمد الحدث فی ھذہ الحالۃ او تکلم او عمل عملاً ینافی الصلاۃ تمت صلاتہ ،، (قدوری ھدایہ).

اگر ہوا نکل جائے اور نمازی تشہد کے بقدر بیٹھ چکا تھا وہ وضو کرے اور سلام پھیرے لیکن اگر جان بوجھ کر اس حالت میں ہوا خارج کرے یا کلام کرے یا ایسا

عمل کرے جو نماز کے منافی ہو تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔ یعنی بے اختیار و بے ارادہ نکلنے پر نماز ٹوٹی اور بارادہ وضو توڑنے سے نماز پوری۔ کیا زکریا صاحب کے یہ الفاظ "بے اختیار اور بے ارادہ" اسی مسئلے کی طرف اشارہ نہیں کر رہے۔ انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔

کنز و شامی سے محبت

اور پھر غضب خدا کا یہ اپنے علماء کی بات کو منزل من اللہ سمجھتے ہیں اسی لئے مولانا مودودی کی اس عبارت کو نشانہ تنقید بنا کر اپنے روٹھے ہوئے ساتھی کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ "وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے جو شامی کنز الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں خواہ اس اصرار کا نتیجہ یہی کیوں نہ ہو کہ ترک ان قوانین کے اتباع سے بھی آزاد ہو جائیں جو قرآن و سنت میں مقرر کئے گئے ہیں (تنقیحات ص ۷۶) کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز و شامی میں قرآن و سنت رسول کے خلاف مسائل ہیں ۲۵

غلیظ مسائل

زکریا صاحب فقہ حنفیہ کی ان کتابوں کو عین قرآن و حدیث کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اور شاید ان کے نزدیک مندرجہ ذیل مسائل بھی قرآن کی آیات اور نبیؐ کی احادیث سے ثابت ہوں مثلاً۔

۱۔ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ ردالمحتار علی درالمختار شامی ج ۱ ص ۱۵۳

۲۔ علاج کے لئے سورۃ فاتحہ کو خون اور پیشاب سے پیشانی پر لکھنا جائز ہے ردالمحتار ص ۱۵۴

۳۔ پتلی نجاست (پیشاب وغیرہ) ہتھیلی کی گہرائی کے برابر معاف ہے (ھدایہ ص ۸۶)

۴۔ مغلظ نجاست (پاخانہ وغیرہ) ایک درھم تک معاف ہے۔ ھدایہ ص ۴۸

۵۔ سور نجس العین نہیں ہے (منیتہ المصلی)

۶۔ کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔ ردالمختار ص ۱۵۳ ج ۱۔

۷۔ مختلف شرائط میں برابری کی صورت میں امام اسکو بناؤ جس کا سر سب سے بڑا عضو سب سے چھوٹے اور بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ ردالمحتار ص ۴۱۳ ج ۱

۸۔ مرد انتہائے مغرب میں ہو اور عورت انتہائی مشرق میں اتنے فاصلے پر کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت ہو۔ کسی طرح ان کا نکاح کر دیا گیا اگر بعد تاریخ نکاح کے عورت چھ مہینے میں بچہ جنے تو یہ ثابت النسب ہوگا بلکہ یہ اس مرد کی کرامت تصور کی جائی گی۔

(بحرالرائق ۱۶۹/۴، فتح القدیر ۱۷۱/۴ شامی ۶۸۴/۲ فی باب ثبوت النسب

۹۔ امانی دبر غیرہ ولوفی دبر نفسہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۲۱

۱۰۔ وضو کے بعد کیڑا دبر سے نکلا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اگر خود داخل ہو گیا تو ٹوٹا ہوا وضو پھر جڑ گیا اور زبردستی داخل کیا تو وضو نہ جڑا ص ۱۱۱ ج ا ردالمحتار

"تلک عشرة کا ملة"

یہ تو نمونے کے طور پر پیش کئے ورنہ کنز و شامی میں ہزاروں مسئلے ایسے ہیں جو صرف خلاف قرآن و حدیث ہی نہیں بلکہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔ اور زکریا صاحب کنز قدوری کتب کا فقہ علم حاصل کرنے کو اللہ کی رضا کا سبب قرار دیتے ہیں۔۲۶

اسی لئے تو ترکی قوم نے فقہ حنفیہ کی خرافات دیکھ کر اسلام کا چولا تک اتار دیا تھا۔ جس کا رونا مولانا مودودی صاحب نے رویا اور جس فقہ کی حمایت میں زکریا صاحب ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ اسے قرآن و حدیث کے مطابق ثابت کیا جائے۔ کیا یہ وہی فقہ حنفیہ ہے کہ جس کے بارے میں زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں محدث فقیہہ اہل لغت کا مجمع تھا جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ تک بحث رہتی اس کے بعد جب کوئی بات طے ہو جاتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی

اور لکھ لی جاتی۔ ۲۷

امام صاحب کی قانون ساز کمیٹی کی حقیقت ابو حبیب کرم الدین سلفی صاحب سے سنیئے۔

بقول علامہ شبلی نعمانی بھی (سیرۃ النعمان ص ۲۲۶) یہ قانون ساز کمیٹی ۱۲۱ھ میں بنائی گئی اور یہ کمیٹی کم از کم تیس برس تک مسائل فقہیہ کا استنباط کرتی رہی یعنی ۱۵۰ھ تک

جو امام صاحب کی وفات کا سال ہے۔ اب غور اس بات پر کرنا ہے کہ اس مشاورتی کمیٹی میں بڑے بڑے صالحین اور اذکیاء کیسے کیسے شامل ہوئے اور بعض بچے ہی کبار محدث کیسے بنے اور بعض اپنی ماں کے بطن ہی میں کبیر محدث اور اذکیاء بن کر قانون ساز کمیٹی میں کس طرح شامل ہوگئے۔ مولوی صاحب نے کمیٹی کے چالیس افراد کہہ کر جن سولہ افراد کا ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ قاضی ابو یوسف، ۲۔ محمد بن الحسن الشیبانی، ۳۔ زفر بن الھذیل، ۴۔ اسد بن عمر، ۵۔ یوسف بن خالد سمتی، ۶۔ نوح بن ابی مریم، ۷۔ وکیع، ۸۔ حمزہ زیات، ۹۔ یحییٰ بن زکریا، ۱۰۔ عافیۃ ازدی، ۱۱۔ حفص بن غیاث، ۱۲۔ مندل، ۱۳۔ قاسم بن معن، ۱۴۔ حبان، ۱۵۔ فضیل بن عیاض، ۱۶۔ داؤد طائی۔

مندرجہ بالا اکابر علماء امت اس مجلس شوریٰ میں شامل تھے۔

۱۔ قاضی ابو یوسف

تاریخ التشریع الاسلامی کے صفحہ ۲۳۴ پر لکھا ہے: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ولد ۱۱۳ھ

ولما شب اشتغل بروایت الحدیث فروی عن ھشام بن عروۃ وابی اسحاق الشیبانی وعطاء بن السائب و طبقتھم ثم انتقل الی ابی حنیفہ۔

یعنی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور جب جوان ہوئے تو علم حدیث حاصل کرنے کا آغاز کیا اور سب سے پہلے ہشام بن

عروۃ، ابو اسحاق الشیبانی، عطا بن سائب اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایت کی، (پھر ابن ابی لیلیٰ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کے پاس ایک مدت تک فقہ حاصل کرتے رہے۔) اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

دوسری کتب تواریخ میں بھی امام ابو یوسف کی تاریخ ولادت ۱۱۳ھ ہی لکھی ہے۔ اس وضاحت کے بعد مولانا صاحب کا مذکورہ بالا بیان میری سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ مجلس قانون ساز کا آغاز بقول علامہ شبلی نعمانی کے ۱۲۱ھ میں ہوا، اس وقت امام صاحب کی عمر صرف سات آٹھ سال کی بنتی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا کا ــــــدعویٰ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ امام ابو حنفیہ نے اپنے وقت کے کبار محدثین کی چالیس افراد پر مشتمل جماعت منتخب فرمائی اور ان کے تعاون اور مشورے سے تحقیق مسائل فقہیہ کا کام شروع کیا اور ان چالیس افراد میں سب سے پہلے مولانا نے ابو یوسف کو شمار کیا ہے۔ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ اتنی کم سنی یعنی سات آٹھ برس کی عمر میں امام ابو یوسف محدث اور فقیہ کیسے بن گئے اور ایک ایسی مجلس مشاورت کے ممتاز رکن کیسے بن گئے جو اسلامی فقہ کی تدوین اور اسلامی قانون کی تحقیق اور استنباط احکام شرعیہ کے لئے تشکیل دی گئی میں مولانا سے پوچھتا ہوں کیا سات آٹھ سال کا بچہ فطری طور پر اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اتنی کم سنی میں استنباط اور اجتہاد کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو کر قانونی باریکیوں، فقہی نکات اور پیش آمدہ نئے نئے حوادث کی گہرائیوں کو سمجھتے ہوئے ایک بین الاقوامی قانون ساز مجلس میں شرکت کر سکے۔ پھر کیا اتنی عمر میں امام ابو یوسف میں وہ شرائط پائی گئی تھیں جو احناف نے ایک محدث کبیر اور صلاح بننے میں لگائی ہیں؟ پھر احناف کا یہ قانون ہوتے ہوئے امام ابو یوسف کی شرکت ۱۲۱ھ میں کیونکر تسلیم کی گئی اور پھر امام صاحب کا ذکر ان لوگوں میں سرفہرست کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جن کے مشورے سے اس مجلس قانون ساز کی تشکیل کی گئی۔ کیا مولانا صاحب کو علم تھا کہ ہماری جو شرائط ایک محدث میں پائی جانی چاہئیں وہ امام ابو

یوسف میں اتنی کم سنی میں آگئی تھیں؟ یا پھر اپنا ہی قانون ان کے ذہن سے خارج ہوگیا تھا۔ مذہب کو فوقیت دینے کے لئے ایک من گھڑت بات لکھ دی ہے اور علامہ شبلی نعمانی نے سیرت نعمان ص ۳۳۸ میں لکھا ہے کہ ابو یوسف ابتداء میں افلاس کے باعث طلب معاش میں رہا کرتے تھے۔ بعد میں پڑھنا شروع کیا۔

حوالہ مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ امام ابو یوسف نے عالم شباب میں علم حدیث کا آغاز کیا، اگر زمانہ شباب کو غور سے دیکھا جائے تو کم از کم چودہ یا پندرہ برس کی عمر ہو جاتی ہے۔ گویا امام ابو یوسف نے ۱۲۷ھ میں اپنی تعلیم شروع کی۔ وہ بھی شروع میں ہشام بن عروۃ اور اسحاق اور عطاء بن سائب سے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ فقہ اولاً ابن ابی لیلیٰ سے شروع کی نہ کہ امام صاحب سے۔ ان دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام صاحب کی مجلس مشاورت میں شمولیت اگر صحیح بھی ہو جائے تو اس مجلس کے قائم ہونے کے کافی عرصہ بعد بحیثیت شاگرد شامل ہوئے ہوں گے نہ کہ محدث کبیر، مجتہد اور فقیہہ مجلس مشاورت کے نمایاں رکن اور استاذ زمانہ کی حیثیت سے۔

علامہ شبلی نعمانی امام ابو یوسف کی پیدائش ۱۱۷ھ بھی لکھتے ہیں۔ (سیرۃ النعمان ص ۳۳۸) اگر یہ پیدائش بقول علامہ شبلی نعمانی تسلیم کر لی جائے تو یہ مسئلہ اور زیادہ پیچیدگی اختیار کر لیتا ہے۔ ان کا ایک اور قانون ہے اور اہل کوفہ کا تو یہ مسلمہ قانون ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جب بیس برس کی ہو جاتی تو پھر علم حدیث حاصل کرنے کے لئے بھیجتے، اور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ ہماری اولاد بیس برس کی عمر سے پہلے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے جائے۔ جیسا کہ توضیح الافکار جلد دوم صفحہ ۲۸۷ میں لکھا ہے:

قال موسیٰ بن اسحاق کان اہل الکوفۃ لایخرجون اولادھم فی طلب الحدیث صغاراً حتی یتکملوا عشرین سنۃ وقال موسیٰ بن ہارون اہل البصرۃ یکتبون لعشر سنین و اھل الکوفتہ لعشرین سنۃ۔

موسیٰ بن اسحاق کہتے ہیں کہ اہل کوفہ اپنے بچوں کو طلب حدیث کے لئے نہیں

نکالتے تھے۔ ان کے بچپن میں جب تک کہ ان کے بیس سال پورے نہ ہوں۔ (محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں ابو طالب بن نصر سے سن چکا ہوں کہ فرماتے ہیں) موسیٰ بن ہارون سے سن چکا ہوں کہ وہ فرماتے تھے کہ اہل بصرہ دس سال کی عمر میں حدیث لکھتے ہیں اور اہل کوفہ بیس سال کی عمر میں اور اہل الشام تیس سال کی عمر میں "الکفایہ فی علم الروریہ" صفحہ ۵۵ بیروت۔

اس حوالہ کے مطابق اسی کتاب میں صفحہ ۲۹۶ پر اسی قسم کی عبارت ہے۔ ناظرین کرام خود غور و انصاف سے دیکھیں کہ آیا امام ابو یوسف اس قانون ساز کمیٹی کے رکن ہو سکتے ہیں جب کہ خود اہل کوفہ کا قانون، کمیٹی میں ان کی شمولیت کی تردید کرتا ہے۔

۲۔ محمد بن حسن الشیبانی

کتب تاریخ اور صحیح دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام محمد بن حسن الشیبانی مجلس قانون ساز کے ممتاز رکن تو کجا رہے، رکن اصغر بھی نہیں بن سکتے۔ بقول شبلی نعمانی سیرت نعمان میں ہے کہ امام محمد بن حسن ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے جب کہ قانون ساز کمیٹی کا آغاز ۱۲۱ھ کو وجود میں آتا ہے، یعنی ۱۴ سال بعد میں پیدا ہوئے تو پھر یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ قانون ساز کمیٹی کے آغاز میں شامل ہو گئے جس کی بنیاد ۱۲۱ھ میں رکھی تھی۔ ایسی بات لکھنا جو کہ بغیر دلیل کے ہو ایک عقل مند انسان کے شایان شان نہیں ہے۔ لیکن یہ احناف بے چارے بھی مقلد ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں۔ اور مقلد کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ بغیر دلیل کے بات کرنا اور جو بھی زبان پر آئے قرآن و حدیث کی طرف منسوب کر کے کہہ دینا۔ یہ حضرات تو۔۔۔۔۔۔ قرآن کے معانی اور الفاظ اور حدیث رسول کے الفاظ کو بدلنے سے باز نہیں آتے تو اس کمیٹی میں کبار علماء محدثین اور اذکیاء کا بغیر دلیل کے شامل کرنا بڑی بات نہیں۔

شبلی نعمانی نے سیرت نعمان میں لکھا ہے کہ امام محمد بن حسن کم و بیش دو برس امام صاحب کی خدمت میں رہے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد بقیہ تعلیم قاضی

ابو یوسف سے حاصل کی۔ پھر مدینہ منورہ چلے گئے اور تین برس تک امام مالک سے حدیث پڑھتے رہے اور امام محمد بن حسن بیس برس کی عمر میں مسند تدریس پر بیٹھے یعنی ۱۵۵ھ ---- تو یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جس شاگرد نے امام صاحب کے پاس صرف دو سال، وہ بھی دس گیارہ برس کی عمر میں گزارے ہوں اور پھر امام صاحب کے شاگردوں سے تعلیم حاصل کرتا رہا ہو، کیونکہ امام صاحب تقریباً ۱۴۵ھ یا ۱۴۶ھ میں جیل بھیج دیئے گئے تھے اور جیل ہی میں وفات پائی تو وہ کس طرح قانون ساز کمیٹی میں فقہی گہرائیوں کو حل کر سکتا ہے؟

۳- امام زفر بن الہذیل

وفیات الاعیان ج ۲ ص ۷۱ میں ہے:

و مولده سنة عشر و مائة و توفي في شعبان سنة ثمان و خمسين و مائة یعنی امام زفر رحمہ اللہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ شعبان ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

اسی حساب سے مجلس کے آغاز ۱۲۱ھ کے وقت ان کی عمر صرف دس گیارہ سال بنتی ہے۔ اتنی کم سنی میں محدث کبیر اور اور منتخب روزگار بن کر تحقیق مسائل فقہیہ کا کام شروع کرنا بالکل خلاف عقل ہے یہ بات اور بھی مضحکہ خیز ہو جاتی ہے جب کہ امام زفر کچھ عرصہ اوروں کے پاس علم سیکھ کر پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمرہ میں بطور شاگردی کے داخل ہوئے۔---- نہ کہ محدث کبیر بن کر۔

وفیات الاعیان جلد دوم ص ۷۱ میں ہے:

وكان من اصحاب الحديث ثم غلب عليه الراى و هو قياس ابى حنيفه۔

یعنی امام زفر پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے اور پھر ان پر امام ابو حنیفہ کا قیاس غالب آ گیا۔ لسان المیزان جلد ۲ ص ۴۷۶ میں ہے:

لم يسلك مسلك صاحبيه و كان اقيس اصحابه و اكثر رجوعا الى الحق

یعنی امام زفر اپنے ساتھیوں کے مسلک پر نہیں چلے۔ وہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے تھے اور حق کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔

مجموعہ فتاویٰ علامہ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۴۷ میں ہے:

یروی عن ابی حنیفہ انہ قال لا تاخذوا بمقاییس زفر فانکم ان اخذتم بمقاییسہ حرمتم الحلال و حللتم الحرام

یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ امام زفر کے قیاسات کو مت پکڑو، کیونکہ اگر تم نے امام زفر کے قیاسات کو پکڑ لیا (اپنا لیا) تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھو گے۔

دیکھ لیجیئے

اولاً تو امام زفر اپنے امام اور اصحاب کے مسلک پر نہیں چلے تو پھر مسائل فقہیہ کا بالاتفاق حل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خود فرما رہے ہیں کہ امام زفر کے قیاسات کو مت لو (کیونکہ وہ قیاسات قرآن و حدیث کے خلاف ہوتے ہیں) کیا انہی قیاسات ردیہ پر فخر سے گردن کو اونچا کیا جاتا ہے اور کیا ایسے ہی قیاسات پر فقہ حنفیہ کا مدار ہے؟

اسد بن عمرو

ان کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔

وقال ابن حبان کان یسوی الحدیث علیٰ مذہب ابی حنیفۃ
(میزان جلد ۱ ص ۲۰٦)

یعنی اسد بن عمرو امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید کے لئے احادیث گھڑا کرتا تھا۔! اندازہ کیجیئے! ایسی مجلس کا کیا حال ہوگا جس میں اپنی طرف سے حدیثیں بنانے والے موجود ہوں۔؟

علامہ عبدالحیٔ الفوائد البہیتہ میں فرماتے ہیں:

وقد اختلف عبارات المحدثین فی توثیقہ و تضعیفہ، قال، یزید

بن ہارون لا یحل الاخذ عنہ و قال یحییٰ کذاب لیسی بشی وقال البخاری ضعیف و قال ابن حبان کان یسوی الحدیث علیٰ مذھب ابی حنیفۃ وقال احمد بن حنبل صدوق وقال النسائي لیس بالقوی وضعفہ الفلاس میزان الاعتدال ۱/۲۰۶، ۲۰۷

محدثین کی عبارتیں اس کے ثقہ یا ضعیف کہنے میں مختلف ہیں یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ اس سے روایت حلال نہیں یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں جھوٹا ہے۔ بخاری اس کو ضعیف کہتے ہیں، ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب پر حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ احمد بن حنبل اس کو سچا کہتے ہیں، امام نسائی کے نزدیک یہ قوی نہیں اور فلاس نے اسے ضعیف کہا

۵۔ یوسف بن خالد السمتی

اس میں کوئی شک نہیں کہ یوسف بن خالد سمتی امام ابو حنیفہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے ہیں۔

انہ کان قدیم الصحبۃ لا بی حنیفۃ کثیر الاخذ منہ (الفوائد البہیہ)

یعنی یوسف بن خالد نے امام صاحب سے بہت کچھ حاصل کیا اور کافی عرصہ پاس رہے۔

ائمہ محدثین کرام کی آراء بھی ان کے متعلق غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ھو عند المحدثین مجروح کما قال السمعانی۔ (الفوائد البھیتہ ص ۲۲۷)

یعنی یوسف بن خالد محدثین کے نزدیک مجروح ہیں اور قابل حجت نہیں ہیں۔

۲۔ اسی فوائد البہیہ ص ۲۲۸ میں ہے:

وکان یضع الحدیث علی الشیوخ لا تحل الروایۃ عنہ ولا الاحتجاج بہ وکان بن معین یقول یوسف بن خالد یکذب

وقال مرة ھو كذاب خبيث وقال مرة كذاب زنديق لا يكتب حديثہ۔ (ميزان الاعتدال ج۴ ص۷۹)

یعنی اپنی طرف سے حدیثیں بنا کر استادوں کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا، اس سے روایت لینی درست نہیں ہے اور نہ ہی قابل حجت ہے۔ ابن معین فرمایا کرتے تھے کہ یوسف بن خالد کذاب (بہت جھوٹے بولنے والا) خبیث اور زندیق ہے اس سے حدیث نہ لی جائے۔

وقال ابو حاتم الرازی ذاھب الحديث انكرت قول ابن معين فيہ زنديق حتیٰ حمل الى كتابا قد وضعہ فى التجهم ينكر فيہ الميزان والقيٰمة فعلمت ان ابن معين لا يتكلم الا عن بصيرة و فهم (تہذيب التہذيب ج ۱۱ ص ۴۱۱)

یعنی ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ میں نے یوسف بن خالد کے بارے میں ابن معین کے قول کا انکار کیا۔ حتیٰ کہ ابن معین نے اس کی فریق جہمیہ ضالہ کی تائید میں وضع کردہ کتاب میرے سامنے رکھدی جس میں میزان (ترازو) اور قیامت کا انکار تھا تو میں سمجھ گیا کہ ابن معین علم وہ فہم کے ساتھ ہی کسی میں کلام کرتے ہیں۔

وقال ابن حبان ------ كان يضع الاحاديث على الشيوخ و يقرءها عليهم ثم يرويها عنهم لا تحل الرواية عنہ (تہذيب التہذيب ج ۱۱ ص ۴۱۲)

یعنی ابن حبان نے فرمایا کہ یوسف بن خالد احادیث بنا بنا کر اساتذہ پر پڑھتا تھا اور پھر ان کو ان کی طرف سے روایت کرتا تھا۔ اس سے روایت کرنی صحیح نہیں ہے۔

وذلک ان الجهمية تتقلد قولہ و تجعلہ اماما۔ (تہذيب التہذيب جلد ۱۱ ص ۴۱۲)

یعنی انہی وجوہات اور اسباب کی بنا پر فرقہ جہمیہ ضالہ مضلہ اس کی تقلید کرتا ہے اور اس کو اپنا امام جانتا ہے۔ جو آدمی جہمیہ جیسے گمراہ فرقے کا امام ہو اور حشر و نشر جیسے

بنیادی عقائد کا منکر ہو اس کو ایسی کمیٹی میں شامل کرنے سے عقائد و اعمال میں کیا خیر منائی جا سکتی ہے۔ غالباً اسی لئے علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں اس مذہب کو معجون مرکب قرار دیا ہے، جیسے معجون کئی اشیاء سے مل کر بنتی ہے اسی طرح یہ مذہب بھی مختلف فرقوں کے عقائد و اعمال سے بنا ہے۔

۶۔ نوح بن ابی مریم

مولانا بنوری صاحب نے امام ابو حنیفہ کی قانون ساز کمیٹی کے افراد کا شمار کرتے ہوئے چھٹے نمبر پر نوح بن ابی مریم کا ذکر کیا ہے۔ ذرا ان کے متعلق بھی محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیے:

هو وان كان فقيها جليلا الا انه مقدوح فيه عند المحدثين حتى قالوا انه و ضاع (الفوائد البهية ص ۲۲۱)

یعنی اگرچہ فقیہ جلیل تھے لیکن محدثین کے نزدیک مجروح ہیں اور من گھڑت حدیثیں بنانے والے ہیں۔

علامہ برہان الدین الحلبی اپنے رسالہ کشف الحثیث میں فرماتے ہیں کہ نوح بن ابی مریم وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ الفوائد البھیۃ ص ۲۲۱

ان کا لقب الجامع تھا، ابو حاتم فرماتے ہیں کہ:

جمع كل شي الا الصدق (الفوائد البهميه ص ۲۲۲)

سچ کے علاوہ انہوں نے سب کچھ جمع کر رکھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: کان یضع کہ یہ نوح بن ابی مریم احادیث گھڑا کرتا تھا۔ (تقریب التعذیب ص ۵۲۷)

تذکرۃ الموضوعات ص ۱۳۳ میں ہے کہ نوح ابن ابی مریم کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ کے ص ۳۶ میں ہے:

نوح ابن ابى مريم و ضاع كذاب

یعنی نوح ابن ابی مریم اپنی طرف سے احادیث بنانے والا اور بہت جھوٹ بولنے

والا ہے۔

وذكر الحاكم ابو عبدالله انه وضع حديث فضائل القرآن (تهذيب التهذيب ج ١٠ ص ٤٨٨، توضيح الافكار ج ٢ ص ٨١)

یعنی نوح بن ابی مریم نے قرآن کے فضائل کے بارے میں احادیث اپنی طرف سے گھڑی اور بنائی ہیں۔

وقال ابو على النيسارى كان كذا با وقال ابو سعيد النقاش روى الموضوعات وقال الساجى متروک الحديث عنده احاديث بواطيل

(تهذيب التهذيب جلد ١٠ ص ٤٨٨)

یعنی نوح بن ابی مریم جھوٹ بولنے والا، من گھڑت، بنواٹی احادیث روایت کرنے والا اور باطل احادیث رکھنے والا تھا۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود اس نے وضع حدیث کا اقرار کیا ہے چنانچہ الفوائد المجموعہ ص ۲۹۶ اور قواعد التحدیث ص ۱۵۶ میں ہے:

نوح بن ابی مریم و قد اقربانه الواضع (تدریب الراوی ص ١٨٥ میں ہے)

وقد وضعت فی فضل علی سبعین حدیثاً

یعنی نوح ابن ابی مریم کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی کی فضیلت میں ستر (۷۰) حدیثیں بنائی ہیں۔

حضرات! جس قانون ساز کمیٹی کے ارکان محدثین کی بیان کردہ برائیوں میں ملوث ہوں تو قانون ساز کمیٹی کا کیا حشر ہوگا۔ یقین رکھیے کہ ایسے افراد اسلامی قانون اور اسلامی فقہ قطعاً مدون نہیں کرسکتے اور جس مذہب کے بانی ایسے لوگ ہوں اس کا کیا کہنا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کمیٹی کی نسبت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ

ان کو امام صاحب نے اپنی کمیٹی میں اسلامی قوانین مدون کرنے کے لئے شامل کیا تھا امام صاحب کی توہین ہے، کیوں کہ امام صاحب تو ایسے لوگوں سے کوسوں دور رہنے والے تھے۔ آپ کا تقویٰ و طہارت، پاکبازی، خشیت الٰہی، اور احتیاط اس چیز کا تقاضا کرتے ہیں کہ ایسی مہتم بالشان مجلس میں ایسے افراد کو داخل نہیں کر سکتے تھے۔

۷۔ امام وکیع

امام وکیع بہت بڑے امام اور محدث تھے لیکن ان کا ۱۲۱ھ میں آغاز کردہ مجلس کا رکن بننا قطعاً ناممکن اور محال ہے، کیونکہ:

ولد سنة تسع و عشرين و مائة (تذكرة الحفاظ ج۱ ص ۲۸۶، ص ۳۰۷ تحفتہ الاحوذی، ج ۱ ص ۷)

قال هرون بن حاكم سمعت و كيعا يقول ولدت سنة ثمان و عشرين ومائة۔

(تهذيب التهذيب ج ۱۱ ص ۱۳۰، وقيل ولد سنة سبع و قيل سنة تسع تهذيب التهذيب ج ۱۱ ص ۱۳۰)

یعنی امام وکیع ۱۲۹ یا ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ جو آدمی مجلس کے شروع ہونے سے ۸، ۹ سال بعد میں پیدا ہوتا ہے اس کو استنباط احکام شرعیہ کی مجلس کا رکن ۱۲۱ھ میں بنانا کس قدر سفید جھوٹ اور تاریخ کو مسخ کرنا ہے، اگر اہل کوفہ کا یہ اصول مسلم ہے کہ:

كان اهل الكوفته لا يخرجون اولاد هم فى طلب الحديث صغارا حتى يتكملوا عشرين سنة۔

الكفايه فى علم الرواية ص ۵۵ (توضيع الافكار۔ جلد دوم ص ۲۸۷)

"یعنی اہل کوفہ ۲۰ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو علم حدیث حاصل کرنے کے لئے [illegible] کو [illegible] تے"

تو اس طرح امام وکیع کا مجلس استنباط احکام شرعیہ میں محدث کبیر ہو کر شامل ہونا تو کجا رہا تلمیذ کی حیثیت سے بھی داخل ہونا محال و مشکل ہے، کیوں کہ امام وکیع ۱۴۹ھ میں بیس سال کے ہوتے ہیں۔ ۱۴۷ھ/۱۴۶ھ میں امام ابو حنیفہ بغداد کی جیل میں بند کر دیئے جاتے ہیں۔ جیل ہی میں ۱۵۰ھ میں فوت ہو جاتے ہیں۔
اب بتایا جائے کہ امام وکیع محدث ہو کر امام صاحب کی مجلس میں کب اور کیسے وارد ہوئے؟

۸۔ حمزہ زیات

حمزہ زیات کا اس مجلس قانون ساز میں شامل ہو کر سالہا سال تک استنباط احکام کرتے رہنا ثبوب طلب ہے۔ مشہور قاری حمزہ زیات اور امام ابو حنیفہ کی پیدائش کا سن ایک ہی ہے۔

حمزہ بن حبیب بن عمارة الزیات ولد ۸۰ ھ و تو فی بحلوان ۱۵۸ ھ و قیل ۱۵٦ ذکرہ ابن حبان فی الثقاتِ وقال العجلی و ابن معین ثقة وقال النسائی لاباًس بہ وقال ابن سعد کان رجلا صالحا عندہ وکان صدوقا صاحب سنة، وقال الساجی والازدی صدوق سی الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث وقد ذمہ جماعة من اھل الحدیث فی القراة وابطل بعضھم الصلاة باختیارہ من القراءة وقال ابوبکربن عیاش قراء حمزہ عندنا بدعة، وقال الحافظ قرات بخط الذھبی --------- وقد انعقد الاجماع علی تلقی قراءة حمزة بالقبول تھذیب التھذیب ص ۲۷، ص ۲۹ ج ۳

حمزہ بن حبیب بن عمارۃ الزیات سن ۸۰ میں پیدا ہوئے ہیں اور حلوان مقام میں سن ۱۵۸ یا ۱۵٦ میں فوت ہوئے ہیں۔ ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ عجلی اور ابن معین اس کو ثقہ کہتے ہیں نسائی اس کو لاباًس بہ کہتے ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حمزہ اچھے آدمی تھے ان کے نزدیک سچے اور سنت والے تھے،

ساجی اور ازدی کہتے ہیں کہ سچا تو ہے مگر حافظہ خراب تھا۔ حدیث میں چلنے والا نہیں تھا۔ اہل حدیث میں سے ایک جماعت نے قراءت کے بارے میں اس کی مذمت کی ہے اس کی قراءت اختیار کرنے سے بعضوں نے نماز کو باطل قرار دیا ہے ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں حمزہ زیات کی قراءت ہمارے نزدیک بدعت ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں امام ذہبی کے لکھے ہوئے خط پڑھ چکا ہوں کہ اس نے لکھا تھا کہ حمزہ کی قراءت کی تلقی بالقبول پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

۹- یحییٰ بن زکریا

ولی یحیی فی المدائن و بها تو فی سنة اثنتین و ثمانین ومائة وقیل سنة ثلاث وله ثلاثه و ستون سنة۔

(تذکرة الحفاظ۔ جلد ۱ ص ۲۴۷ ص ۲۶۸ طبع بیروت و بمعناه فی تهذیب التهذیب ص ۲۰۹ جلد ۱۱)

یعنی یحیی بن زکریا مدائن کے حاکم تھے اور ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے اور بعض نے ۱۸۳ھ میں کہا ہے اور اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی اس سے ان کی پیدائش کا سن ۱۲۰ھ بنتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی ان کی پیدائش کا سن ۱۲۰ھ لکھا ہے۔ (سیرت النعمان) ص ۱۲۶)

حیرت کی بات ہے کہ اس مجلس کا کاتب و منشی بھی انہیں کو قرار دیا جاتا ہے۔ غور فرمائیے کہ ان کی شرکت سے ۱۲۱ھ میں جبکہ ان کی عمر ایک سال دودھ پیتے بچے کی تھی) یہ مجلس کیسے تشکیل دی گئی اور اس کے منشی کیسے مقرر کئے گئے۔؟

۱۰- عافیہ ازدی

پہلے یہ بات ثبوت طلب ہے کہ یہ عافیہ ازدی امام صاحب کی مجلس میں شریک تھے یا کوئی اور عافیہ تھا اور پھر یہ متکلم فیہ ہے۔

کردری نے مناقب الامام جلد اول کے ص ۵۰ میں عافیہ ازدی، زا سے ذکر کیا ہے اور اسی کتاب کے ج ۲ ص ۱۲۴ کردری نے عافیہ اودی واو کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کے حاشیہ پر محمد حیدر خان نے جواہر المضیئة سے اس نام کا ضبط یوں کیا ہے

الاودی بفتح الالف وسکون الواو ودال مھملہ نسبتہ الی اودین اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں ابو حنیفہ کے ساتھ فقہی بحث و مباحثہ کرتے جب عافیہ حاضر نہ ہوتا تو اس مسئلے کو نہیں لکھا جاتا تھا اور جب وہ حاضر ہوتا اور اس مسئلے میں موافقت کرتے تو امام ابو حنیفہ فرماتے کہ اب لکھو۔ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۰۸۔، بغدادی فرماتے ہیں۔

قال یحیی بن معین (مرۃ)
عافیۃ ثقۃ مامون (وقال مرۃ کان ضعیفا، وقال ابوداؤد یکتب حدیثہ،

یعنی ابن معین کبھی عافیہ کو ثقہ مامون کہتے تھے اور کبھی ضعیف، ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کو لکھا جاسکتا ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۱۰ ج ۱۲)

۱۱۔ حفص بن غیاث

تذکرہ الحفاظ ص ۲۷۴ جلد ا و تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۸ جلد ۱، مطبوعہ بیروت، طبقات ابن سعد ص ۲۹۰ جلد ۶، طبع دار الطباعتہ بیرورت میں ہے:

ولد سنۃ سبع عشرۃ ومائۃ
یعنی حفص بن غیاث ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔

قال ھرون بن حاتم سئل حفص وانا اسمع عن مولدہ فقال ولدت سنۃ ۱۱۷تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۲۰۸ ابن سعد ج۶ ص ۲۹۰ (تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۱۷

یعنی حفص بن غیاث کا خود بیان ہے کہ میں ۱۱۷ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے تعاون و مشورہ سے اجتہاد کا کام کیسے سرانجام دیا گیا۔ اور یہ مجلس کے رکن کب بنے اور امام صاحب کے پاس کتنا عرصہ رہے ثبوت طلب چیزیں ہیں۔

وثقہ النسائی وقال ابوداؤد یکتب حدیثہ۔ وقال یحییٰ بن معین ضعیف۔ (میزان ص ۳۵۸ ج ۲)

امام نسائی نے اس کی توثیق کی ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ یحیی بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

گویا امام ذہبی نے یحییٰ بن معین کے اقوال میں سے ضعیف کہنے کو ترجیح دے کر باقی کو ذکر نہیں کیا۔

۱۲۔ حبان

الکوفی ضعیف من الثامنۃ وکان لہ فقہ و فضل مات سنۃ احدی اواثنتین وسبعین ولہ ستون سنۃ۔

تقریب التہذیب ص ۹۲۔ میزان الاعتدال ص ۳۶۱ دارالطباعۃ بیروت۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۴۶ جلد ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی حبان ضعیف ہے اور صاحب فقہ و فضل تھا۔ ۱۷۱ھ، ۱۷۲ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پاتے ہیں، قال ابن عدی عامۃ احادیث حبان افراد و غرائب۔ (خلاصہ تذہیب الکمال ص ۶۰)

یعنی حبان کی اکثر احادیث غرائب اور افراد پر مشتمل ہوتی ہیں،

حبان بن علی العنزی الکوفی قال محمد بن فضیل ولد سنۃ (۱۱۱) وقال ابن سعد توفی سنۃ (۱۷۱) قال ابن ابی خیثمۃ عن الدورقی حبان لیس حدیثہ بشیء قال ابو ذرعۃ لاھو ولا اخوہ (مندل) وقال ابوداؤد لا احدث عنھما وضعفہ ابن المدینی وقال لا یکتب حدیثہ وقال ابن نمیر فی حدیثھما غلط وقال ابو زرعۃ لین و قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال البخاری لیس عندھم بالقوی وقال ابن سعد والنسائی ضعیف وقال الدارقطنی متروک وقال الحاکم ابواحمد لیس بالقوی عندھم فقال ابن ابی رافع احادیثہ عامتھا بواطیل قال الجوزجانی واھی الحدیث، قال ابن نافع وابن ماکولا ضعیف۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۷۳، ج۔ ۲)

حبان بن علی العنزی، الکوفی محمد بن فضیل فرماتے ہیں کہ ۱۱۱ میں پیدا ہوئے

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ۱۷۱ میں فوت ہوئے ہیں۔ ابن ابی خیثمہ فرماتے ہیں۔ دورقی سے کہ حبان حدیث میں کچھ نہیں۔ ابوذرعہ فرماتے ہیں کہ وہ بھی کچھ نہیں اور اس کا بھائی مندل بھی، ابوداوٗد فرماتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں سے میں حدیث نہیں لیتا۔ ابن المدینی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی احادیث کو لکھا تک نہیں جاتا۔ ابن نمیر فرماتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں کی احادیث غلط ہیں ابوذرعہ اس کو لین کہتے ہیں، ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھی تو جاتی ہے مگر احتجاج نہیں کیا جاتا۔ بخاری فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ دونوں بھائی متروک ہیں۔ حاکم ابواحمد فرماتے ہیں کہ محدیثن کے نزدیک قوی نہیں ابن ابی رافع اس کی عام احادیث کو باطل کہتے ہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ بے کار احادیث والے ہیں، ابن نافع اور ابن ماکولا فرماتے ہیں کہ حبان ضعیف ہے۔ گویا کہ حبان کمیٹی کے انعقاد کے وقت صرف دس برس کا تھا ناظرین غور فرمایئے کہ جب کوئی شخص دس سال کا بچہ ہو تو وہ کبار محدثین و فقہا کی کسی کمیٹی میں شامل ہو سکتا ہے پھر جبکہ اس پر محدثین کے اس قدر ریمارکس بھی ہوں۔

۱۳۔ مندل

ضعیف من السابعة ولد سنة ثلاث، مائة ومات سنة سبع او ثمان و ستين (تقريب التهذيب ص ۵۰۶)

یعنی مندل ۱۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۷ھ ۱۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ اور ضعیف ہیں۔

غالباً اسی لئے حنفیہ کا اکثر احادیث میں مدار ضعیف راویوں پر ہے۔

۲۔ مندل بن علی العنزی اخوحبان وكان اكبر من حبان اسمه عمرو و مندل لقبه ولد سنة (۱۰۳) و مات سنة (۱٦٧) قال احمد وابن معين و على ابن المدينى و غير هما من نظر انهم والبخارى والنسائى و ابن سعد والدارقطنى ضعيف وقال ابن

معین لیس بشی ولیس بذاک القوی وقال ابوذرعة لین وقال ابن عدی لہ غرائب و افراد یکتب حدیثہ قال ابو احمد لیس بالقوی عندھم وقال الساجی لیس بثقة روی مناکیر قال ابن حبان کان ممن یرفع المراسیل و یسند الموقوفات من سوء حفظہ فاستحق الترک وقال الطحاوی (الحنفی) لیس اھل التثبت فی الروایة بشی ولا یحتج بہ۔ (تھذیب التھذیب ص ۲۹۸، ج ۱۰)

مندل علی العنزی، حبان کا بڑا بھائی ہے اس کا نام عمر ہے مندل اس کا لقب ہے۔ ۱۰۳ میں پیدا ہوئے ہیں اور ۱۶۷ میں فوت ہوئے ہیں احمد ابن معین علی بن المدینی وغیرہ ان کے ساتھی اور بخاری، نسائی، ابن سعد و دار قطنی کہتے ہیں کہ مندل ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں اسی طرح قوی نہیں، ابوزرعہ اس کو لین کہتے ہیں، ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کے غرائب و افراد ہیں اس کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ ابواحمد کہتے ہیں کہ محدثین کے ہاں یہ قوی نہیں۔ ساجی کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ مرسل احادیث مرفوع اور موقوف کو مستند کیا کرتا تھا حافظے کی خرابی کی وجہ سے، لہذا چھوڑنے کے مستحق ہو گیا امام طحاوی (حنفی) فرماتے ہیں کہ روایت میں کچھ بھی مضبوط لوگوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

مندل اور حبان باوجود ان کے بارے میں محدثین کے ریمارکس کے بناء بر شرط اخذ عندالحنفیۃ اس کمیٹی میں شامل ہونے کے مستحق تک نہیں چہ جائیکہ کبار محدثین و فقہاء و مجتہدین ہو کر شریک ہوں۔

۱۴۔ قاسم بن معن

(قال الحضری مات سنة خمس و سبعین ومائة قلت و قال ابن سعد کان ثقة عالماً بالحدیث والفقة والشعر و ایام الناس۔

[redacted] ص ۱۵۴-)

یعنی قاسم بن معن ۱۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ ثقہ اور حدیث، فقہ، شعر اور تاریخ کا بہت علم رکھتے تھے۔

۱۵۔ فضیل بن عیاض

فضیل بن عیاض کے متعلق تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۲۷ میں ہے:

توفی الفضیل یوم عاشوراء سنة سبع و ثمانین ومائة وقد نیف علی الثمانین۔

یعنی حضرت فضیل ۱۰ محرم ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال سے متجاوز تھی۔

اس حساب سے ان کی پیدائش ۱۰۷ھ ہجری کے بعد بنتی ہے جب امام ابو حنیفہ نے ۱۲۱ھ میں مجلس کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی عمر کل ۱۴/۱۵ سال تھی۔ اور ان کی پیدائش بھی علاقہ خراسان میں ہوئی تھی اور ان کے متعلق یہ حکایت بھی مشہور ہے کہ ابتداء میں عورت پر فریفتہ اور عاشق تھے۔ اکثر اوقات اسی کی تاک میں گزارتے تھے۔ آیت: الم یأن للذین امنوا سن کر تائب ہوئے۔ کسی عورت پر شیدائی اور عاشق ہونا جوانی میں ہی ہوسکتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ شروع ہی میں ڈاکو تھے، یہ آیت الم یان للذین امنو سن کر تائب ہوئے۔ اس کے بعد جا کر علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ گویا امام صاحب کی مجلس کے آغاز کے وقت حضرت فضیل محدث کبیر تو کجا علوم اسلامیہ کی طرف پوری طرح متوجہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ بعدہ مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے تھے۔ لہٰذا حضرت فضیل کی شرکت سے ۱۲۱ھ میں مجلس کا آغاز کرنا نہایت ہی غلط اور فریب ہے۔

قال ابو عمار الحسین بن حریث سمعت الفضل بن موسی یقول کان الفضیل بن عیاض شاطرا یقطع الطریق بین ابیورد و سرخس و کان سبب توبتہ انہ عشق جاریة فبینما ہو یرتقی الجدران الیھا اذا سمع تالیا یتلوا الم یأن للذین امنوا ان

تخشع قلوبهم لذكر الله فلما سمعها قال بلىٰ يا رب قدآن فرجع فاواه الليل الى خربة فاذا فيها سابلة فقال بعضهم نرتحل و قال بعضهم حتى نصبح فان فضيلاً على الطريق يقطع علينا۔ قال ففكرت قلت انا اسعى بالليل فى المعاصى و قوم من المسلمين يخافوننى ههنا وما ارى الله ساقنى اليهم الا لارتدع اللهم انى قدتبت اليک وجعلت توبتى مجاورة البيت الحرام ----- قال ابن سعد ولد بخرا سان بكورة ابيورد و قدم الكوفة وهو كبير فسمع الحديث من منصور وغيره ثم تعبد و انتقل الىٰ مكة فنزلها الى ان مات بها فى اول سنة سبع و ثمانين و مائة ----- وذكره ابن حبان فى الثقات وقال اقام بالبيت مجاوراً مع الجهد الشديد والورع الدائم والخوف الوافر والبكاء الكثير والتخلى بالوحدة ورفض الناس وما عليه اسباب الدنيا الىٰ ان مات بها۔

(تهذيب التهذيب ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹٦ ج ۸)

ترجمہ: ابو عمار حسین بن حریث فرماتے ہیں کہ میں فضیل بن موسیٰ سے سن چکا ہوں وہ فرماتے تھے کہ فضیل بن عیاض بہت چالاک تھا۔ ابیورد اور سرخس کے درمیان ڈاکہ زنی کرتا تھا۔ اس کے لئے توبہ کا سبب یہ بنا کہ وہ کسی لڑکی پر عاشق ہوا۔ ایک دن وہ اس لڑکی کے گھر کی دیوار پھاند رہا تھا کہ اس نے کسی پڑھنے والے سے یہ آیت اَلَمْ یأن للذین پڑھتے ہوئے سنا جب یہ آیت سنی تو کہنے لگا کہ اے اللہ وقت آپہنچا ہے. وہاں سے واپس ہوا اور رات اس نے جنگل میں گزاری کیا دیکھتا ہے وہ ایک راہ گزر ہے جہاں قافلے والے رات گزارنے کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ قافلہ والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ چلتے ہیں اور بعض کہتے ہیں نہیں جب تک صبح نہ ہو جائے اس لئے کہ فضیل راستہ میں ہوگا اور ہمارے اوپر ڈاکہ ڈالے [redacted] تو گناہوں میں کوشش کرتا ہوں اور

یہاں مسلمانوں کی جماعت مجھ سے ڈرتی ہے۔ میرا خیال سوا اس کے نہیں کہ اللہ نے مجھے اس طرف اس لئے بھیجا کہ میں اس برے کام سے باز آجاؤں۔ اے اللہ! میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں توبہ قبول ہونے تک اپنے اوپر حرم میں مجاور بن کر رہنا نذر کرتا ہوں۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ فضیل خراسان کی ابیورد نامی بستی میں پیدا ہوا، جوانی کی حالت میں کوفہ گیا، منصور وغیرہ سے حدیثیں سنیں پھر عابد بنا اور مکہ کی طرف چل پڑا اور مکہ میں اترا، یہاں تک کہ وہاں ۱۸۷ھ میں فوت ہوا۔ ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں مجاور بن کر رہا۔ باوجود عبادت، سخت کوشش اور ہمیشہ پرہیزگاری اور بہت خوف اور سخت رونی اور لوگوں سے اکیلے رہ کر، لوگوں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے دنیا کے اسباب، ان کو چھوڑنے کے ساتھ، یہاں تک کہ بیت اللہ میں فوت ہو گیا"۔

اس قصہ کو علامہ شامی نے مختصراً بلاردوقدح شامی ج ۱ ص ۴۴ میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

فضیل بن عیاض انه کان یقطع الطریق وانه عشق جاریة وارتقی جدارافسمع تالیا یتلو الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبهم فتاب ورجع فورد مکة و جاربها و مات بها سنة ۱۸۷

ترجمہ۔ فضیل بن عیاض ڈاکو تھا، اسے ایک لڑکی سے عشق ہوا اور دیوار پھاندھ رہا تھا کہ کسی پڑھنے والے سے الم یان لخ پڑھتے ہوئے سنا اور توبہ کرکے واپس ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا اور وہاں مجاور رہا یہاں تک کہ ۱۸۷ میں فوت ہوا۔

۱۶۔ داؤد طائی

کچھ عرصہ علم وفقہ میں مشغول رہنے کے بعد عزلت و تفرد اور خلوت اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دن گزارنے لگ گئے اور امام ابوحنیفہ کے پاس آیا کرتے تھے اور بعد میں اپنی کتابوں کو دریا برد کرکے بالکل گوشہ نشینی میں ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۰۳ جلد ۳، وفیات الاعیان ص ۲۹

جلد ۲) اور ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے (خلاصہ تہذیب الکمال، تہذیب ص ۲۰۳ جلد ۳، سیرۃ النعمان شبلی ص ۳۳۶) صرف امام ابو حنیفہ کے پاس آنے جانے سے تو مجلس میں شرکت ثابت نہیں ہو سکتی اور پھر ایسا گوشہ نشین آدمی عرصہ دراز تک استنباط اور احکام شرعیہ کا کام کیسے سر انجام دے سکتا ہے۔

جو فقہ ان چالیس افراد نے سالہا سال کی محنت و کاوش سے غور و خوض کر کے بالاتفاق مدون کی تھی اس نسخہ کا وجود دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ (شاید امام قشیری کی کتب کے ساتھ دریا برد کر دیا گیا ہوگا تاکہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکال کر حنفی مذہب و فقہ پر عمل پیرا ہوں، یہ بہتان و کذب اور افتراء و جھوٹ ہے) "در مختار ۴۲/۱۔

حنفیوں نے حنفی مذہب کو فوقیت دینے کے لئے جہاں اور جھوٹے قصے اور کہاوتیں اور غلط مسائل گھڑے اسی طرح ان چالیس افراد کی کمیٹی والا واقعہ بنا لیا گیا۔

اور پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مجلس میں ہر ایک مسئلہ پر کئی کئی دن آزادانہ بحث و تمحیص کے بعد اتفاق رائے سے مسائل ضبط تحریر میں لائے جاتے تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ جتنا اختلاف حنفی مذہب میں پایا جاتا ہے اتنا اختلاف مالکی شافعی حنبلی مذاہب میں قطعاً نہیں پایا جاتا۔

۱۔ شبلی نعمانی "سیرۃ النعمان میں فرماتے ہیں! تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا اگر اس کے جواب میں سب متفق الرائے ہوتے تو اس وقت قلم بند کر لیا جاتا اور نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی۔ سیرۃ النعمان ص ۲۲۷۔

چنانچہ ابو زہرہ حیات امام ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں:

"حنفی مذہب میں اقوال کثرت سے موجود ہیں۔ اقوال کے تباین و اختلاف کی بنا پر ان کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب سے مختلف روایات منقول ہوتی ہیں۔ کبھی ایک ہی مسئلہ میں ان میں دو مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور ائمہ مذاہب باہم مختلف الخیال ہوتے ہیں، کبھی صاحبین کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں امام سے

قول مختلف بیان کیے جاتے ہیں، پھر کبھی ایک قول سے آپ کے رجوع کا ذکر ہوتا ہے اور کبھی نہیں، پھر یہ معلوم کرنا بھی دشوار ہے کہ پہلا قول کونسا ہے اور پچھلا کونسا۔ آپ کے اصحاب و تلامذہ میں بھی اسی قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ کے تلامذہ بہت سے جزوی مسائل میں آپ سے اختلاف رکھتے تھے (انتہی) اور پھر ترجیح دینے کا طریقہ بھی مختلف ہے، کبھی امام صاحب کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور کبھی امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر (جس کی عدم تقلید پر اہل حدیث حضرات پر آوازے کسے جاتے ہیں) صاحبین کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے"۔

مزید رقمطراز ہیں:

"اگر صاحبین امام کے خلاف ہوں اور ان کا اختلاف زمانہ کے تبدیل شدہ حالات پر مبنی ہو، جیسے ظاہر العدالت شخص کی شہادت کی بنا پر فیصلہ صادر کرنے کے مسئلہ میں، تو صاحبین کے قول کو معتبر سمجھا جائے گا، کیونکہ ان کے زمانہ میں لوگوں کے حالات بدل چکے تھے۔ زراعت، معاملات اور اس قسم کے مسائل میں صاحبین کی رائے معتبر سمجھی جائے گی، کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ انتہی اور کبھی صرف امام ابویوسف کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اندازہ کیجئے! کس قدر سفید جھوٹ بولا جاتا ہے کہ حنفی مذہب میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے جس کو شک ہو وہ حنفی فقہ کی چھوٹی کتاب قدوری اور بڑی کتاب ہدایہ جسے کالقرآن کہا جاتا ہے اٹھا کر دیکھ لے تقریباً ہر صفحہ پر امام صاحب اور امام محمد اور امام ابویوسف کا اختلاف نظر آئے گا۔

علمائے حنفیہ کمیٹی کے چند آدمیوں کے نام شمار کر کے چھوڑ دیتے ہیں جیسے مولانا بنوری نے سولہ آدمیوں کے نام شمار کیے ہیں۔ چالیس آدمی کہے جاتے ہیں، لیکن تفصیل کے ساتھ ان چالیس افراد کے نام ولادت، وفات، تعلیمی کوائف اور مجلس میں شرکت و شمولیت کی وضاحت و سن آج تک کسی نے بیان نہیں کیے جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ حضرات اپنے دعویٰ میں صحیح نہیں ہیں اور

اس کمیٹی کی حقیقت سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور اگر اس کی کچھ حقیقت ہوتی تو علماء حنفیہ تدوین قانون اسلامی کے لئے کوشاں کیوں ہوتے؟ شاید یہی وجہ ہے کہ سابقہ فقہ حنفیہ فرسودہ ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں کتب فقہ حنفیہ کو اٹھا کر دیکھیے صرف چند اصحاب کے نام (اور وہ بھی اختلاف رائے کے ساتھ نہ کہ اتفاق رائے سے) ملیں گے، باقی حضرات کا نام و نشان نہیں ہے۔ کہنے کو تو ۴۰ افراد کہے جاتے ہیں، لیکن کتب فقہ میں صرف معدودے چند کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے اس مجلس کی قلعی کھل جاتی ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور جیسے کتب فقہ حنفیہ کے مسائل کی صحیح سند امام ابو حنیفۃ تک نہیں پہنچتی ہے اسی طرح ان ۴۰ افراد کی مجلس کی صحیح سند بھی امام ابو حنیفۃ تک نہیں پہنچتی ہے۔

کتب تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار کردہ اکثر اصحاب کوفہ کے علاوہ دیگر علاقوں میں آباد و مقیم تھے اور اپنے اپنے کام و شغل میں مصروف تھے۔ کئی کئی دن کی بحث کے لئے دور دراز کا سفر بامشقت طے کر کے کیسے آسکتے تھے اور واپس اپنے کام پر کب جاتے تھے۔ آج کل کی طرح ہوائی جہاز اور کاریں تو دستیاب نہیں تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ من گھڑت ہے اور اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

ہاں ایک ناممکن شکل ہو سکتی ہے جیسے کہ کتب فقہ حنفیہ میں یہ بے سروپا مسئلہ گھڑا کیا گیا ہے کہ آدمی مشرق میں رہ رہا ہے اور عورت مغرب میں آباد ہے، یعنی دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے۔ پھر ان دونوں کا نکاح ہو جاتا ہے اور ادھر بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا اور یہ بھی یقین ہے کہ خاوند بیوی کے پاس نہیں گیا اور نہ ہی دونوں کی آپس میں ملاقات اور ملاپ ہوا ہے، اس یقین کے ہوتے ہوئے بھی بچہ اسی خاوند کا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خاوند کراماتاً پہنچ گیا ہو یا ہوا کے ذریعے جماع کر لیا ہو۔

بحرالرائق ۴/۱۶۹۔ فتح القدیر ۴/۱۷۱ شامی ۲/۶۸۴

کیا وہ تمام حضرات جن کے نکاح ہوتے ہیں وہ سب اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔؟ اور

پھر کیا کرامت اولیاء کے اختیار میں ہوتی ہے؟ آیا اولیاء اللہ ہوا کے ذریعے بھی جماع کیا کرتے تھے۔؟ اور یہ کیسے ممکن الوقوع ہو سکتا ہے۔؟ کیا آج تک اس فقہی مسئلہ پر کسی حنفی عالم نے ثواب حاصل کرنے اور اپنی فقہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے عمل کیا۔؟

شاید اسی طرح اصحاب مجلس اپنے اپنے علاقہ و شہر میں رہ کر بھی مجلس میں شامل ہو جایا کرتے ہوں گے۔!

کیا یہ وہی فقہ حنفیہ ہے کہ جس کے بارے میں زکریا صاحب لکھتے ہیں "فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ ترلی گئی ہے۔ ۲۸

یہ بات تو کوئی بھی نہیں مانتا کہ فقہ حنفیہ اسلام کے مطابق ہے اور ابن مسعودؓ کی آراء کا مجموعہ ہے۔

حنفیت کی گھٹی

چونکہ زکریا صاحب کی تربیت ہی اسی نہج پر ہوئی کہ بقول ان کے حفظ کے فوراً بعد "بہشتی زیور اور فارسی کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھیں ۲۹

اسی طرح اپنے استاد مولانا محمد یحییٰ صاحب کے پڑھانے کے طریقے بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ مثلاً اگر صبح کو قدوری اور اصول الشاشی ہے تو شام کو کنز اور نورالانوار" ۳۰

خود سوچیئے جب بچے کی گھٹی میں ہی فقہ حنفیہ دی جائے اور اسے اسلام کہا جائے تو جوان ہو کر اس کے منہ سے یہ کیسے نکل سکتا ہے کہ فقہ حنفیہ میں خلاف اسلام مسائل ہیں اسی لئے تو زکریا صاحب فقہ حنفیہ کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ "تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ ۳۱

حدیث کے جواب پڑھانا

اسی لئے احادیث ان کو پڑھائی نہیں جاتی تھیں بلکہ احادیث کے جواب پڑھانے

جاتے تھے۔ جیسا کہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف کے ابوداؤد پڑھانے کے بارے میں مفتی عزیزالرحمن صاحب لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد حدیث کے ساتھ اختلاف مذاہب اور حنفی مسلک کی دلیلیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ۳۲

اسی طرح زکریا صاحب اپنے طالب علمی دور کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے لئے ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا۔

"قانون تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب۔

یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا۔ جو میرے ذمے تھا۔ اپنی دلیل نہ بتانا تو یاد نہیں اس لئے کہ ہدایہ اور اس کی شروح و حواشی اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھنے کی نوبت کثرت سے آتی رہتی تھی۔ البتہ حدیث کا جواب کبھی کبھی نہیں دے سکتا تھا تو وہ خود بتاتے تھے ۳۳

ان نقاط پر غور کریں۔

۱۔ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل ؟

۲۔ حدیث پاک کا جواب؟

۳۔ شاگرد جواب نہ دے سکے تو خود بتاتے تھے؟

جب حدیث احناف کے خلاف ہو تو حنفیہ کی دلیل کیا حدیث سے ہوگی نہیں۔ اس لئے کہ

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً (القرآن)

اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا چاہیے قرآن وحی ہے اس میں اختلاف نہیں اسی طرح حدیث بھی وحی ہے اس میں بھی اختلاف نہیں۔

حدیث پر قیاس مقدم

تو لازمی بات ہے کہ حنفیہ کی دلیل قیاس سے ہوگی جیسا کہ نور الانوار میں ہے۔

وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كانس وابي ہريرة و ان وا فقه حديثه، بالقياس عمل به وانّ خالفه، لم يترک الابالضرورة ۳۴

اگر راوی کی عدالت اور ضبط تو معروف ہو لیکن ان میں تفقہ نہ ہو جیسا کہ انس رضؓ اور ابوہریرہؓ ہیں تو ان کی حدیث اگر قیاس کے موافق ہو تو ان پر عمل کیا جائے گا اور اگر قیاس کے مخالف ہوں تو ضرورت کی وجہ سے اس کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

یعنی حدیث صحیح کو رد کر دیا جائے:

اور پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حدیث کا جواب دیا جائے۔

اللہ تو کہتا ہے کہ

اٰتکم کاالرسول فخذوہ وما نہا کم عنہ، فانتھوا (القرآن)

جو تمہارا رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کر دے منع ہو جاؤ۔ اسی طرح استاد کا فرض ہے کہ نبیؐ کے فیصلے کو بے چون و چرا تسلیم کرے نہ کہ جواب دے۔ اور زکریا صاحب ہدایہ اس کی شروح و حواشی اور دوسری کتب فقہ کا مطالعہ کرتے اور ان میں سے دلیلیں تلاش کرتے جن کے بارے میں خود علماء احناف کی یہ رائے ہے۔

کتب حنفیہ کی حقیقت

مولانا عبدالحی حنفی فرماتے ہیں۔

"ان الکتب الفقیهة و ان کانت معتبرة فی نفسها بحسب المسائل الفزیعة و کانوا مصنفوها ایضاً من المعتبر و الفقها الکاملین لکن لا یعتمد علی الاحادیث المنقولة فیها اعتماداً کلیاً ولا یجزم بورودها و ثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فیها فکم من احادیث ذکرت فی الکتب المعتبرة وهی موضوعة مختلفة۳۵

ترجمہ: فقہ کی کتابیں اگرچہ فی نفسہ فروعی مسائل کے اعتبار سے معتبر ہیں اور ان کے

مصنفین بھی معتبر اور کامل فقہا ہیں مگر ان میں ذکر کی گئی روایات پر اعتماد کلی نہیں کیا جاسکتا اور ان میں روایات دیکھ کر ان کے وارد یا ثابت ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ان معتبر کتابوں میں ایسی روایات بھی ہیں جو کہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہیں۔

یہ فقہ حنفیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا ہی اثر ہے کہ زکریا صاحب کی تبلیغی نصاب و فضائل صدقات وغیرہ موضوع و ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں اور ان کی عبادات بھی ضعیف و موضوع احادیث سے ثابت ہیں۔ اور یہ صحیح احادیث کا جواب ضعیف و موضوع احادیث سے دیتے ہیں۔

حدیث کی تاویل

اور جب زکریا صاحب استاد بنے تو ان کا وطیرہ بھی یہی تھا۔ خلیل الرحمن ندوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مذاہب آئمہ کی تحقیق اور ان کے دلائل خصوصاً مسلک حنفی کے دلائل کو تفصیل سے بیان فرماتے اگر کوئی روایت بظاہر حنفیہ کے مسلک کے خلاف نظر آتی۔ تو اس کی توجیہات اس طرح نقل فرماتے۔ کہ مسلک حنفیہ اس حدیث سے اقرب نظر آنے لگتا ۳۶

زکریا صاحب کے اس اصول اور امام کرخی کے اس قول میں بس ذرا سا فرق رہ جاتا ہے۔

"ان کل خبر تخالف قول اصحابنا فیعمل علی التاویل اوالنسخ" (اصول کرخی ص ۴۴)

ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہوئی اس کی تاویل کی جائے گی یا منسوخ سمجھا جائے"

زکریا صاحب حدیث منسوخ کرنے کی بجائے اس کی تاویل کرتے۔ اور تاویل کا معنی یہ ہے کہ اس کے اصل معنی کو بگاڑ کر اپنی مرضی کا معنی اپنایا جائے جب ہی تو بظاہر خلاف نظر آنے والی روایت مسلک حنفیہ کے قریب نظر آنے لگتی۔ یہ زبان

کی چاشنی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیرا پھیری کی وجہ سے ہوتا تھا۔

حنفیت پھیلانے کا منصوبہ

اور الیاس صاحب کا تو باقاعدہ منصوبہ دراصل حنفیت پھیلانے کا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد الیاس بندہ الٰہی لکھتے ہیں۔

بلغوا عني ولو آية
(الحدیث)

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟

مولف

محمد الیاس ابن قاری بندہ الٰہی صاحب میرٹھی

ملنے کا پتہ

قاری بندہ الٰہی مقام پوسٹ اٹالوہ وایا پلسانہ

ضلع سورت (گجرات)

اس پُر آشوب دور میں جب کہ ملتِ اسلامیہ پر ہر قسم کے سخت ترین حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں نے مذہب اسلام کے ضوابط و قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دل میں بھی اس دین کی اہمیت پیدا کی۔ جب اس عالم دنیا میں انھوں نے نظریں دوڑائی تو محسوس کیا کہ سارا عالم مذہبِ حنفیت سے برگشتہ اور خود مسلمان اس کے احکام پر عمل کرنے سے بیزار ہیں اور بے شعوری کا دور دورہ ہے۔ فوراً حمیت اسلامی جوش میں آئی اور اپنی قوت کے ساتھ کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نذر و نیاز بھی کی تا آنکہ آج ان کی اس تحریک جسکو جماعت تبلیغ کہا جاتا ہے اسکی برکت سے مسلمانوں میں دینی شعور پیدا ہوا اور مذہب اسلام کے شیدائی اس پر عمل کرنے لگے۔ آپ کی اس تحریک نے اس قدر ترقی کی کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ تحریک شہرت پذیر بلکہ عالم گیر ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مزید درمزید اس میں جان و قوت عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کے لئے صحیح شے بر آنے کا ذریعہ بنائے آمین۔

خط کشیدہ الفاظ دو بار سہ بار پڑھ جائیے۔ "مسلمانوں نے مذہب اسلام کے ضوابط و قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور جب اس عالم میں انہوں (مولانا الیاس صاحب) نے نظریں دوڑائیں تو محسوس کیا کہ سارا عالم مذہب حنفیت سے برگشتہ اور خود مسلمان اس کے احکام پر عمل کرنے سے بیزار ہیں آج ان کی اسی تحریک کو جماعت تبلیغ کہا جاتا ہے۔ دیکھا آپ نے جب سارا عالم حنفیت سے برگشتہ اور فقہ حنفی پر عمل کرنے سے بیزار ہوا تو تبلیغی جماعت کی تحریک چلائی اور پھر الیاس صاحب نے اس تحریک کے بارے میں فرمایا۔ " خدا کی قسم میری تحریک ایمان کی تحریک ہے۔ ۳۷

ایک اور جگہ فرمایا " یہ تحریک اسلام کو جنم دینے والی ہے ۳۸

اور یہی تعریف کا وطیرہ زکریا صاحب کے مریدین و شاگردان کا ہے۔ زکریا صاحب

کے خاص مرید صوفی اقبال صاحب محبت نامی کتاب از افادات زکریا صاحب مرتب کرتے ہیں اور اس میں ابن عمرؓ صحابی کا وہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادے نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانا بنالیں گی آزادی و فساد و آوارگی کا۔ حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض ہوئے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضور کا ارشاد سناؤں اور تو کہے اجازت نہیں دے سکتے اس کے بعد سے ہمیشہ کے لئے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا (مسلم ابوداوٗد) ۳۹

حدیث کی مخالفت

اب صوفی اقبال صاحب کا تبصرہ سنیئے۔

"جانے والیوں کے لئے جانا درست نہ ہونے کا فتویٰ پہلے ہو چکا ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب کا ایک مستقل رسالہ کفایت المفتی میں شائع ہوا ہے مفتی عبدالرحیم راجپوری کے فتاویٰ میں ایک مستقل مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ بندہ نے اس بارے میں ایک مفصل استفتاء لکھ کر موجود سارے بڑے بڑے مفتی حضرات دیو بند، مظاہر العلوم ، بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ رشیدیہ ساہیوال وغیرہ کے دستخط کروائے ہیں۔ مگر جو عورتیں جذبات اور آزادی کی بناء پر نہیں مانتیں تو بزرگ حضرات ان کو سختی سے منع بھی نہیں فرماتے ۴۰

یہ ہے ناانصاف کہ صحیح حدیث کے مقابلے میں فتویٰ کہ جانا درست نہیں ہے۔ اور اس جرم میں بڑے بڑے مفتیوں کو شریک کیا۔ اور یہ ہے رن مریدی "کہ جو عورتیں جذبات اور آزادی کے بنا پر نہیں مانتیں انہیں سختی سے منع بھی نہیں کرتے۔

نبی کہیں کہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو تو فتویٰ ہے جانا درست نہیں اور اگر عورتیں یہ حکم نہ مانیں اور وہ بھی جذبات و آزادی کی بنا پر تو یہ منع بھی نہیں کرتے

۔حدیث تو ٹھکرا دی لیکن بیگم کی بات سر آنکھوں پر۔
عجب تیری دنیا کا دستور نرالا دیکھا۔

تحریف حدیث

اسی طرح محمد شاہد سہانپوری زکریا صاحب کی بیان کردہ اس حدیث کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

"اذا رائیت شحا مطاعاً وھو متبعاً و دنیا موثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایۃ فعلیک نفسک ودع امرالعوام (الحدیث)۴۱،۴۲

"حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تم ایسے بخیل لوگوں کو دیکھو کہ ان کی فرمانبرداری کی جا رہی ہے اور خواہشات نفس کا اتباع کیا جا رہا ہے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ اور جب تم یہ دیکھو کہ ہر عقل و مذہب والا آدمی (کتاب) اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت اور آئمہ کے (قول کو چھوڑ کر) اپنی عقل اور مذہب کو اچھا جان رہا ہے اور علماء کی طرف رجوع ترک کر کے اپنے نفس کو مفتی بنا رہا ہے ۔ پس ان حالات میں اپنی ذات کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھو اور عوام سے الگ ہو جاؤ اور ان سے تعرض مت کرو" کیا اس کا ترجمہ یہی بنتا ہے کیا انہیں نبی کی وہ حدیث یاد نہیں۔

"من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار (الحدیث)
جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

تاویلات حدیث

یہ بات کتنی افسوسناک ہے۔ کہ آئمہ کی تقلید کے لئے رسول اللہؐ کی طرف وہ الفاظ منسوب کر دیئے جائیں۔ جو انہوں نے نہ کہے ہوں۔ اور چونکہ زکریا صاحب کے نزدیک "ساری شریعت کا مدار تقلید پر ہی ہے۔ ۴۳ اور یہ بات پہلے گزری کہ زکریا صاحب کے استاد اور خود زکریا صاحب احادیث کا جواب اور تاویل سکھاتے تھے۔

اسی لئے مفتی عزیز الرحمن صاحب زکریا صاحب کے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔

"ادب و منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ (مولانا محمد یحییٰ صاحب) نے دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں مگر حدیث پڑھنے کا خیال دل سے نکال دیا تھا کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے غیر مقلد ہو جاتا ہے۔ اور ارادہ کیا تھا کہ اگر حدیث پڑھنی ہے تو حضرت گنگوہی سے پڑھنی ہے ۴۴

کیونکہ دہلی میں حدیث پڑھائی جاتی تھی۔ حدیث کے جواب نہیں سکھائے جاتے تھے۔ لیکن گنگوہی صاحب کے ہاں تاویل و توجیح سے حدیث کو کھینچ تان کر حنفی مسلک کے مطابق کر دی جاتی تھی۔ اس لئے گنگوہی صاحب کے ہاں جانا زیادہ پسندیدہ تھا۔ اسی لئے شروح حدیث کی کتابیں وہی پسند ہیں جو حنفی مسلک کو سہارا دیں۔ بے شک ان میں تاویل اور ضعیف احادیث کی ہی بھرمار کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت اقدس سہارنپوری بذل المجہود شرح ابی داؤد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یہ کتاب یوں تو ابو داؤد کی شرح ہے۔ مگر جملہ کتب صحاح کے مباحث دقیقہ و انیقہ کو حاوی ہے اور مسلک حنفی کی ترجیح میں محققانہ کلام ۴۵
اسی طرح خلیل الرحمن ندوی اوجزالمسالک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں "پھر مذہب احناف کو مدلل و مبرہن کیا گیا ہے ۴۶
اسی طرح مفتی عزیز الرحمن مولانا محمد یوسف امیر تبلیغ کی کتاب "امانی الاحبار" کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں حنفی مسلک میں یہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ ۴۷
اسی طرح خلیل الرحمن ندوی صاحب شیخ الحدیث کے ایک مسودے کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"اگر وہ طبع ہو جاتا تو علمی دنیا خصوصاً احناف پر احسان عظیم ہوتا ۴۸
معلوم نہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زکریا صاحب اور ان کے ساتھیوں نے مالکی

حنبلی اور شافعی ہونے کی بجائے حنفی ہونا پسند کیا ہے جبکہ ان کے نزدیک چاروں حق پر ہیں۔

افتراء علی اللہ

یہ شاید اس لئے کہ ان کے نزدیک بھی اللہ کی حمایت حنفیت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ پر غیر مقلدیت کا غلبہ ہوا۔ آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو آواز آئی یا جو بھی شکل ہوئی کہ اے ولی اللہ ہماری حمایت تو حنفیت کے ساتھ ہے۔ پس اللہ کا شکر ہے۔ کہ تبلیغ کے بارے میں مجھے بھی بتایا گیا ہے کہ ہماری حمایت تبلیغ کے ساتھ ہے ۴۹

اللہ کی حمایت حنفیت کے ساتھ ہونا بھی جھوٹ ہے اور یہ بھی جھوٹ ہے۔ جبکہ تبلیغ سے مراد تبلیغی جماعت لی جائے کہ اللہ نے یہ کہا ہو کہ ہماری حمایت تو تبلیغی جماعت کے ساتھ ہے کیا زکریا صاحب پر وحی ہوئی۔ یا اللہ نے کس طریقے سے بتلایا۔ کیا یہ جھوٹ کی انتہا نہیں ہے۔ کیا وحی کا منقطع ہو جانا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

زکریا صاحب کی اس بات اور درمختار کے مصنف کے اس جھوٹ کے ڈانڈے آپس میں ضرور ملتے ہیں۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنفیہ نے پہلی رکعت بیت اللہ کے ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کے پشت پر رکھا اور آدھا قرآن ختم کیا اور دوسری رکعت بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اس کی پشت پر رکھ کر باقی آدھا قرآن ختم کیا۔ "تو بیت اللہ کے ایک جانب سے غیبی آواز آئی ------- ہم نے تجھ کو بخشا۔ اور جو تیرا تابع ہوا اس کو بخشا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ۵۰

اسی طرح حنفیت کے لئے زکریا صاحب کو جتنے بڑے بڑے جھوٹ مارنے پڑیں اس کے لئے تیار ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں۔

حنفیت کے لئے جھوٹ

"امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے صرف پانچ کا انتخاب فرمایا ہے ۵۱ اور اس کی وجہ احتیاط ہے ۵۲ زکریا صاحب کو کیسے علم ہوا کہ امام صاحب کو ۵ لاکھ احادیث آتی تھیں۔ جبکہ امام صاحب کے شاگرد عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کان یتیماً فی الحدیث ۵۳ امام صاحب یتیماً فی الحدیث تھے۔

اسی طرح حنفیت کے فروغ کے لئے رفع الیدین ترک کرنے کے بارے میں ایک من گھڑت قصہ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ "حضرت امام شافعی امام ابو حنفیہ کے احترام میں اپنی تحقیق کے خلاف کسی وقت رفع الیدین چھوڑ سکتے ہیں ۵۴

یہ اشارہ اس جھوٹے قصے کی طرف ہے جس میں یہ بیان ہوتا ہے کہ امام شافعی نے ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کے مزار پر جا کر دو رکعت نفل ادا کئے۔ اور رفع الیدین نہ کی کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو رفع الیدین کو سنت کہتے ہیں پھر آپ نے اسے ترک کیوں کیا تو امام شافعی نے فرمایا مجھے اس قبر والے سے حیا آتی ہے"۔ کذاب نے امام ابو حنفیہ کا مزار اور مزار پر امام شافعی کا نماز پڑھنا ثابت کیا اور زکریا صاحب نے حنفیت کے فروغ کے لئے اسے اپنی کتاب میں لکھ مارا اور تحقیق کی ضرورت بھی محسوس نہ کی اور جبکہ خود زکریا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ۔

"امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مناقب کی احادیث محدثین کے یہاں تو کتب موضوعات میں ہیں اور احناف کے یہاں مناقب امام کی کتب میں ہیں جو بکثرت ہیں ۵۵

تقلید ابو حنیفہ

یہاں سے بھی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ محدثین اور احناف ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ کیونکہ محدثین نے امام ابو حنیفہ کے مناقب کی روایات پر (سنداً مجروح ہونے کی وجہ سے) موضوع کا حکم لگایا ہے۔ مگر زکریا صاحب محدثین کے اس حکم کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ وہ مناقب امام میں موضوع روایات اس لئے بیان کرنا پسند

کرتے ہیں کہ انہیں امام اعظم ثابت کیا جائے اور پھر خود بمع دوسرے لوگوں کے ان کی تقلید کی جائے جو کہ شرک ہے۔ کیونکہ تقلید کی تعریف یہ ہے۔

التقیلد (العمل بقول الغیر من غیر حجۃ ---- فالرجوع الی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و الی الا جماع لیس منہ، و کذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لایجاب النص علیھا (شرح مسلم الثبوت ص ۲۵۰)

کسی غیر کی بات پر دلیل کے بغیر عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید میں سے نہیں اسی طرح عامی کا مفتی اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں اس لئے کہ ان کی طرف رجوع نص نے واجب قرار دیا ہے۔ اور زکریا صاحب کے نزدیک تقلید ضروری ہے جیسا کہ لکھتے ہیں (بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں (تقلید اور شرعی تصوف) بڑی اہم ہیں ۵۶) اس طرح زکریا صاحب کے ایک مرید زکریا صاحب کو لکھتے ہیں ہمارا اسلام ہمارا مسلک ہمارا اعتقاد تو واللہ العظیم بالکل تقلیدی ہے۵۷ ایک جگہ زکریا صاحب اپنے ایک مرید کو سمجھانے کے لئے خود ہی سوال اور خود ہی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

سوال۔ مذکورہ عربی طبقہ میں سے چند کی خاطر آپ نے تقلید چھوڑ دی یا کم از کم تقلید شخصی چھوڑنے میں حنفیت چھوڑ دی ۵۸

جواب۔ نہیں بلکہ معقول اشکالات کا جواب دیا گیا یعنی نہ تقلید شخصی چھوڑی اور نہ حنفیت۔ اب مساجد میں آپ انکی زبانوں سے نبی کا طریقہ اور نبی کی تعلیم ہی پھیلانے کا دعوی سنتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نہ تو انکا طریقہ نبی والا ہے اور نہ ہی تعلیم نبی والی اور اسکا ثبوت زکریا صاحب والیاس صاحب سے لیجئے۔

نبوت میں حصہ دار

مولانا منظور صاحب نعمانی مولانا الیاس صاحب کا یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

"ایک بار فرمایا۔ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی ترقی ہوتی ہے۔ کہ ریاضت و مجاہدہ سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کو خواب میں علوم صحیحہ القاء ہوتے ہیں۔ جو نبوت کا حصہ ہے۔ پھر ترقی کیوں نہ ہو گی ۔۔۔۔۔ پھر فرمایا آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القاء ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ نیند زیادہ آئے (مولانا منظور نعمانی نے اس حکم کی تعمیل اس طرح کی)

تیل سے تفسیر

خشکی کی وجہ سے نیند کم ہونے لگی تھی تو میں نے حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے مشورہ سے سر میں تیل کی مالش کرائی۔ جس سے نیند میں ترقی ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ

کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو اور اس مطلب کو اخرجت سے تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ ایک جگہ جم کر کام نہ ہو گا بلکہ دربدر نکلنے کی ضرورت ہو گی۔)

ایک جگہ منشی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

"تبلیغی محنت من گھڑت اور کسی شخص یا جماعت کی اپنی اختراع نہیں۔ بلکہ امت کی عام بے دینی اور باطل طریقوں میں کامیابی کے ذہن کو حق کی طرف بدلنے اور صحیح راستے پر لانے کے لئے اللہ رب العزت نے اپنی عادت جاریہ کے تحت اس محنت کو ظاہر فرمایا۔ اور اس کام کو لینے کے لئے خود اللہ رب العزت نے ہی محض اپنے لطف و کرم اور امت پر شفقت کے تحت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا اور اللہ نے ہی حضرت مولانا پر ایسے اصول اور طریقے منکشف فرمائے۔ جو اس زمانہ کی بے دینی اور گمراہی کا علاج بن سکیں ۶۰

دیکھا آپ نے سر میں تیل کی مالش سے تبلیغ کا طریقہ القاء ہوا اور یہ آیت ۱۴۰۰ سال پہلے محمدؐ پر اتری اور اس آیت کی تفسیر چودھویں صدی میں الیاس صاحب پر

القاء ہوتی اور اخرجت سے دربدر نکلنے کو تعبیر کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ اللہ نے کیا یعنی ان کے اس فریب کا بھانڈہ پھوٹ گیا کہ موجودہ طریقہ تبلیغ انبیاء و صحابہ والا ہے۔ اسی لئے مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

تعلیم تھانوی صاحب کی طریقہ الیاس صاحب کا

"حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی ۶۱۔

طریقہ تبلیغ میرا نہ کہ نبیؐ اور صحابہ کرام کا۔ اور سنت اور راستہ تھانوی صاحب کا نہ کہ نبیؐ کا۔

مولانا الیاس پر وحی الہی

ایک جگہ مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

"اس کے اصول میں نے خود اپنے ارادے اور فہم سے نہیں بنائے بلکہ مجھے عطا فرمائے گئے ہیں اور مجھے حکم ہوا کہ ان کے مطابق کام کرو ۶۲

یہ کس نے عطا فرمائے۔ اس کتاب کے پچھلے صفحے پر ہے۔

"اللہ رب العزت نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ پر اصولوں کو منکشف فرمایا ۶۳

یہ عطیہ خداوندی ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم ملا۔ لازمی بات ہے کہ حکم رب کی طرف سے ہی ملا ہے۔ اور اس حکم الہی میں کوئی تبدیلی بھی نہیں آسکتی۔ جیسا میاں جی محمد عیسی صاحب لکھتے ہیں۔

"بس اصول وہ ہی ہیں جو اللہ نے حضرت مولانا محمد الیاس پر منکشف فرما دیئے حضرت مولانا محمد یوسف نے بھی ہمیشہ اس کا لحاظ فرمایا کہ حضرت جی کے مقابلہ میں اپنی بات کو نہیں منواتے تھے۔ یہ کام امراء کے لئے ضروری ہے کہ ہر امیر ہر زمانے میں اس بات کو پیش نظر رکھے ۶۴

ایک جگہ سید ابوالحسن علی ندوی اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے یہ علم آپ کے قلب پر بڑی قوت سے منکشف کیا تھا۔ آپ اپنے رفقاء کو اس اصول پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے ہدایتیں فرماتے تھے ۶۵
ابو الحسن ندوی صاحب نے اسے وحی کی اس قسم میں شمار کیا۔ جس میں علم بڑی قوت کے ساتھ قلب پر منکشف ہوتا ہے۔ لیکن میاں جی محمد عیسیٰ صاحب کو کچھ تردد ہے لکھتے ہیں۔
حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ پر بذریعہ الہام یا انام کے منکشف ہوئے ۶۶

اصول تبلیغ محکم

اب تحریر ایک اور پلٹا کھاتی ہے اور خواب میں القاء شدہ اصول پر قرآن و سنت کے مطابق ہونے کی مہر ثبت کی جاتی ہے میاں جی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔ "ان پر ایسے اصول اور طریقے منکشف فرمائے کہ جو سراسر قرآن و حدیث کے مطابق ہیں اور ایسے محکم ہیں۔ کہ ان کا بدل نہیں ہو سکتا اور ایسے مدلل ہیں کہ کوئی انکار نہیں کر سکتا ۶۷
ایسے مدلل و محکم اصول اور طریقے جو قرآن و سنت کے مطابق ہیں جن میں تبدیلی ناممکن ہے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم ملا ہے۔ دیکھا جائے کیا اس کے مطابق عمل بھی ہوا یا نہیں۔ یہ مولانا محمد الیاس کی زبانی سنیئے۔

وحی میں خیانت

"اللہ رب العزت نے اس کام کو جس قدر مجھ پر کھولا ہے۔ اس کا سوال (۱۰۰) حصہ بھی تم سے نہیں کہہ سکا اور جتنا میں نے تم سے کہا ہے اس کے سوال (۱۰۰) حصہ پر تم عمل نہیں کر سکے۔" (اب ذرا اس پر میاں جی صاحب کا تبصرہ بھی سن لیجئے) اس ملفوظ سے اندازہ لگائیں کہ اس محنت کے بارے میں اللہ رب العزت نے آپ پر کیا کیا کھولا ہو گا جس کو آپ ظاہر بھی نہ کر سکے۔" ۶۸
ایسے محکم اصول اور ایسی قوت سے قلب پر منکشف کئے۔ لیکن اللہ کو اس کا کیا فائدہ ہوا کہ جس کو اصول بتلائے وہ سوال (۱۰۰) حصہ بھی نہ بتا سکے۔ اور بتانے والے

کے ساتھی سواں (۱۰۰) حصہ پر بھی عمل نہ کر سکے یعنی عمل ہزارویں (۱۰۰۰۰) حصہ پر ہوا۔

نرالا طریقہ تبلیغ

اب تو آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ طریقہ خود بڑے حضرت جی کا ہے ورنہ نبی کا طریقہ تبلیغ جو وعظ کی صورت میں ہوتا تھا بڑے حضرت کو پسند نہیں اس لئے فرماتے ہیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسون میں تقریر کرتے ہو تمہاری تقریر سے نفع بھی ہوتا ہے مگر یہ وہ تبلیغ نہیں جو میں چاہتا ہوں ۶۹
اور پھر اگر طریقہ تبلیغ نبیؐ اور صحابہ والا ہوتا تو قرآن و حدیث میں اس کا ذکر ہوتا نہ کہ خواب میں القاء ہوتا۔ الیاس صاحب اور یوسف صاحب نے اپنے اس چودھویں صدی کے طریقے کو عام کرنے کے لئے نبیؐ پر بہتان باندھنے پر بھی کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

نبیؐ پر بہتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہائی حصہ وقت کا گھر میں خرچ کرتے تھے اور تہائی تبلیغ کے لئے لوگوں کو بھیجنے میں اور تہائی تخلیہ میں ۷۰ اسی طرح مولانا محمد یوسف صاحب فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باہر ملکوں میں کام شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہ کو تین دن تک ترغیب دی اور پھر فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہوا ہے بالکل اسی طرز پر باہر جا کر بھی کریں۔ ۷۱
تین دن تک ترغیب دینا اور تہائی وقت تبلیغ کے لئے لوگوں کو بھیجنے میں خرچ کرنا کس حدیث کی کتاب میں آیا۔ تبلیغی علماء کا یہ فریضہ ہے کہ وہ کم از کم اس کی نشاندہی تو کریں تاکہ ان کی اسناد کو پرکھا جا سکے۔
اسی طرح اللہ یا اس کے رسول نے کہاں حکم دیا ہے۔ کہ "تبلیغ میں جان کی قربانی یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنے وطن کو چھوڑے" ۷۲ اور اللہ کا یہ حکم کہاں ہے۔ کہ اصل فریضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تھا کہ دین کو لے کر گھروں سے نکل کھڑے ہونا ۷۳ جب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ طریقہ مجھ پر خواب میں القاء ہوا

اور اسی طرح "اخرجت" کی تفسیر القاء ہوئی۔ اور یہ طریق نبی کا تھا تو پھر خواب میں القاء ہونے کا کیا معنی۔ احادیث کے صفحات پر ان علماء کو کیوں نہیں ملا۔ پھر اس طریقے کو اپنی طرف کیوں منسوب کیا کہ تعلیم تھانوی صاحب کی اور طریقہ میرا۔ جبکہ ان کے بقول یہ طریقہ دراصل نبی کا ہی تھا۔ کیا اس تثلیث جیسی گتھی کو کوئی سلجھائے گا۔

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ تبلیغی جماعت کا طریقہ خود ساختہ ہے ذرا اب اس فریب کا بھی پردہ چاک کر لیجئے کہ تعلیم اور سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یا اپنے اکابر کی۔

تعلیم تھانوی کی طریقہ الیاس کا

"اگر میں یوں کہوں کہ یہ بھی حضرت دہلوی (الیاس صاحب) کے ارشاد پر عمل ہے۔ کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طریقہ کار میرا تو اسکا کون انکار کرے گا۷۴

ایک جگہ زکریا صاحب اس الزام (کہ مولانا تھانوی کی کتابیں نہ دیکھیں جائیں) کو تبلیغی جماعت سے رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" یہ گول مول الزام تو دوسرے الزامات کی طرح سے قابل التفات نہیں کس کس سے تحقیق کیا جائے بالخصوص جبکہ تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے اور حضرت دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسوں جگہ شائع ہو چکا ہے۔ کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۷۵

ایک جگہ زکریا صاحب الیاس صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حضرت دہلوی (الیاس صاحب) نور اللہ مرقدہ نے حضرت تھانوی قدس سرہ کے وصال کے بعد جو تعزیتی خطوط اپنے احباب کو لکھے ہیں۔ ان میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے ایصال ثواب کی تاکید و ترغیب اور تعلیمات کی توسیع کی کوشش لکھا ہے ـــــ حضرت (تھانوی) رحمتہ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور

حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے ۷۶ جتنا حضرت کی ہدایات پر کوئی چلے گا۔ اتنا ہی باقاعدہ

من دعی الی حسنتہ فلہ اجر ھاوا جرمن عمل بھا۷۷

جس طرح رسول اللہ ؐ کے اسلام کی طرف دعوت دینے کا اجر حدیث ؐ میں آیا ہے آپ ؐ فرماتے ہیں "جو کسی کو ہدایت کی دعوت دیتا ہے تو اسے اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اجر میں کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا۔ (مسلم مشکوٰۃ ص ۳۰) اسی طرح آپ ؐ کی سنت کے بارے میں آپ ؐ کا فرمان ہے۔

"جس نے میری مردہ سنت کو زندہ کیا، تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۳۰)

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول ان کے دین اور ان کی سنت پر چلنے کا ثواب ملے گا اس طرح زکریا صاحب کے بقول حضرت تھانوی کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے اور پھیلانے پر اجر و ثواب ملے گا۔ اور تبلیغ کے اس موجودہ طریقے سے حضرت تھانوی کی تعلیمات کو ہی پھیلانا ہے۔ جیسا کہ الیاس صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی ۷۸ کیونکہ تھانوی صاحب کٹر قسم کے حنفی تھے اور یہ طریقہ تبلیغ حنفیت کی گونگی تعلیم ہے۔

یہ تو تھا حضرت تھانوی کی تعلیمات کی توسیع کی کوشش۔

تھانوی صاحب حجت ہیں

اب یہ سنیئے جیسے امتیوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات حجت ہے۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کے بڑے حضرت جی اور زکریا صاحب وغیرہ پر حضرت تھانوی اور دوسرے علماء کی بات حجت ہے۔ صوفی اقبال صاحب تعلیم جبریہ کے بارے میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی اور الیاس صاحب نے حضرت مدنی (جو کہ جبریہ تعلیم کے حق میں تھے) کی صدارت میں جبریہ تعلیم کے خلاف ایک جلسہ کروانا تھا۔ اس کام کے لئے زکریا صاحب کو تیار کیا کہ وہ حضرت مدنی کے پاس جائیں زکریا صاحب نے مسئلہ سمجھنے کے لئے یہ اشکال پیش کیا کہ اگر حفظ والوں کی بجائے ناظرہ والے اردو حساب بھی پڑھ لیں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے باقی واقعہ زکریا صاحب کی زبانی سنیئے۔

"چچا جان (الیاس صاحب) نے فرمایا مناظرہ مت کرو چلو۔ میں نے عرض کیا وہاں تو مجھے ہی بولنا پڑے گا پہلے کچھ سمجھ تو لوں۔ مولوی عبدالکریم نے فرمایا کہ حضرت تھانوی نے دونوں کا استثناء کرنے کے لئے فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی کون بزرگ ہیں۔ کہاں رہتے ہیں۔ یہ سن کر ان کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ یہاں سے اٹھ کر چچا جان سے کہنے لگے کہ اس کے تو عقائد خراب ہو گئے ہیں۔ چچا جان نے ان ہی کے سامنے مجھے یہ فقرہ سنایا۔ میں نے کہا تعجب ہے مولوی صاحب آپ اتنے اونچے ہو کر بھی یہ بات نہ سمجھے۔ حضرت زاد مجدھم کا ارشاد میرے اور آپ کے لئے حجت ہے ۷۹)

دیکھا آپ نے عقائد خراب ایسے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا۔

لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل (الحدیث)

اگر موسیٰؑ آجائیں تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو صراط مستقیم سے گمراہ ہو

جاؤ گے فرمایا

"لوکان موسیٰ حیا ماوسعہ، الا اتباعی (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ٣٠)

اگر موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر انہیں بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

لو ترکتم سنت نبیکم لضللتم اولکفرتم (الحدیث)

اگر تم نبیؐ کا طریقہ ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے یا کافر بن جاؤ گے یہاں تو نبیؐ کی نافرمانی گمراہی ہے۔ من عصیٰ محمداً فقد عصی اللہ (بخاری مشکوٰۃ ص ٢٧) جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور وہاں تھانوی صاحب کی نافرمانی گمراہی ہے۔ یہاں تو یہ ترھیب ہے کہ

فمن رغب عن سنتی فلیس منی (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ٦٧)

جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اور وہاں تھانوی کی سنت سے بے رغبتی کرنے والے کے عقائد خراب اسی طرح (ایک جگہ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ "اسی طرح مریدوں کو اپنے شیخ کا ایسا اتباع کرنا چاہیئے کہ اس پر اعتراض نہ کرے اور ادب و تعمیل حکم شیخ کو فرض سمجھے کسی طرح بھی انحراف کرنا مناسب نہیں ٨٠)

کیا شیخ کا حکم بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرح فرض ہو گیا کیا شیخ کے حکم کے لئے بھی آسمان سے ہی حکم اترا کہ اس کا حکم ماننا فرض اور نافرمانی حرام ہے۔ زکریا صاحب پر گمراہی کی مہر اس وقت لگتی ہے جب وہ تھانوی صاحب کی بات کو چیلنج کرتے ہیں۔ لیکن ان کے چچا کو یہ کہہ کر ایمان کی تجدید کرانی پڑتی ہے کہ تھانوی صاحب کا ارشاد میرے اور آپ کے لئے حجت ہے۔ ورنہ معلوم نہیں غصہ سے لال ہو کر۔ اور عقائد کی خرابی کا فتویٰ چسپاں کرنے کے بعد بھی زکریا صاحب پر کیا کیا آفتیں ٹوٹتیں۔

آپ اب سمجھ گئے ہوں کہ جس طرح مسلمان محمدؐ کی بات کو چیلنج کر کے گمراہ ہو تے ہیں اسی طرح جب ایک شخص وسیلہ والی دعا کے بارے میں استفتاء کرتے

ہوئے یہ الفاظ لکھتا ہے۔

"جواب دلائل کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور قرآن و حدیث و فقہ سے ثبوت ہو صرف علماء کے اقوال ہرگز نہیں مانے جائیں گے۔ بہت غور و فکر فرما کر قلم اٹھائیے گا۔

۸۱ تو زکریا صاحب ان کا ان الفاظ میں جواب دیتے ہیں۔

"آپ نے لکھا ہے کہ صرف قرآن حدیث اور فقہ سے ثبوت ہو ورنہ صرف علماء کے اقوال ہرگز نہ مانے جائیں گے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہو سکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے ۸۲

حالانکہ قرآن کہتا ہے۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (الآیتہ)

اس کی پیروی کرو جو رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو

حجت صرف قرآن و حدیث ہے لیکن زکریا صاحب کے ہاں ہر عالم کا قول حجت ہے۔ زکریا صاحب کے ہاں تعلیمات ان کے اکابر کی ہی مانی جاتی ہیں۔ زکریا صاحب اپنے عقائد کا اظہار ایک موقع پر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

نبی کی برابری

"اپنے دونوں بزرگوں حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کو آفتاب و ماہتاب سمجھتا ہوں ان دونوں میں جس کا اتباع کرو مفید ہوگا۔ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانا توی نے جو دین قائم کیا تھا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اب قاسم و رشید پیدا ہونے سے رہے۔ بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ ۸۳ صرف ایک ہی بیان میں عقیدے کی کتنی خرابیاں ہیں ملاحظہ فرمائیں آفتاب ماہتاب مدنی اور تھانوی صاحب کو سمجھنا اب مسلمانوں کے آفتاب کون ہیں۔ اللہ فرماتا ہے

"انا ارسلناک شاھداً و مبشراً ونذیراً وداعیا الی اللہ باذنہ و

سراجاً منیراً (الآیتہ)
اے نبی ہم نے تجھے شاھد مبشر نذیر اور اللہ کی طرف بلانے والا اور آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں۔
لنا شمس وللآفاق شمس
دنیا کا بھی ایک آفتاب ہے اور ایک ہمارا آفتاب ہے جابر بن سمرۃ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے چہرے کی یوں تعریف کی
وجھہ، مثل الیسف قال لا بل کان مثل الشمس والقمر
(مسلم مشکوٰۃ ص ۵۱۵)
کہ ان کا چہرہ تو تلوار (کی دھار) جیسا ہے کہا نہیں بلکہ سورج چاند جیسا ہے۔ اسی طرح ابی عبیدہ نے ربیع بنت معوذ سے کہا۔
صفے لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت یا بنی لورایتہ ، رایت الشمس طالعۃ دارمی (ص ۵۱۷ مشکوٰۃ)
کہ ہمارے لئے رسول اللہ کی تعریف بیان کر۔ کہنے لگی اے بیٹے اگر تو رسول اللہ کو دیکھتا تو ایسا جیسے سورج طلوع ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔
قال مارایت شیاءً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۸)
کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے حسین چیز نہیں دیکھی جیسے آپؐ کے چہرے پر سورج تیر رہا ہے۔
یہ تو تھا صحابہؓ کا نبیؐ کو آفتاب کہنا جیسا کہ زکریا صاحب نے تھانوی صاحب کو آفتاب کہا۔ لیجئے نبیؐ کو صحابہؓ کا ماھتاب کہنا۔ جابر بن سمرۃ سے روایت ہے۔
قال فجعلت انظرالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی القمر و علیہ حلتہ حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر (ترمذی ص ۵۱۸ مشکوٰۃ)
کہتے ہیں میں نبیؐ کی طرف بھی دیکھتا اور چاند کی طرف بھی آپؐ نے لال رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ مجھے چاند سے زیادہ حسین نظر آئے۔ اسی طرح کعب بن

مالک کہتے ہیں۔ جب نبیؐ خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا
حتی کان وجهه، قطعة قمر (متفق علیه مشکوة ص ۵۱۸)
گویا کہ آپؐ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔
صحابہ نبیؐ کو ماہتاب بناتے ہیں اور زکریا صاحب اپنے مدنی صاحب کو ماہتاب کہتے ہیں۔ فرق آپ خود کر لیں۔
زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ "دونوں میں جس کا اتباع کرو مفید ہو گا"
اتباع صرف نبیؐ کا مفید ہے۔ اسی لئے اللہ فرماتا ہے۔
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (الآیتہ)
اے نبی ان سے کہہ دیں۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔
ایک جگہ فرمایا۔
اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (الآیتہ)
اتباع اس کی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ اس کے علاوہ اولیاء کی اتباع نہ کرو۔
اسی طرح محمدؐ فرماتے ہیں۔
من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابیٰ
جو میری اطاعت کرے گا وہ تو جنت میں جائے گا جو میری نافرمانی کرے گا تو وہ جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے۔
زکریا صاحب فرماتے ہیں۔
"حضرت نانا توی اور گنگوہی نے جو دین قائم کیا"۔
دین تو اللہ نے قائم کیا۔ جیسا کہ اللہ کہتا ہے۔
ان الدین عند اللہ الاسلام (الآیتہ)
اللہ کے ہاں دین اسلام ہے۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (الآیتہ)

جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین لے کر آئے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔
اب زکریا صاحب کا دین وہ ہے جو نانا توی و گنگوہی نے قائم کیا اور مسلمانوں کا وہ جو اللہ نے قائم کیا جیسا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (الآیتہ)

آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا۔
زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی اور نانا توی صاحب کے دین کو "مضبوطی سے تھام لو
اور رسول اللہؐ نے فرمایا۔

عضوا علیها بالنواجذ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۳۰)

میرے طریقے کو دانتوں سے پکڑ لو۔ اسی لئے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ (موطا امام مالک مشکوٰۃ ص ۳۱)

تم ہر گز گمراہ نہیں ہو سکتے اگر تم نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لیا اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ۔ یہاں مضبوطی سے تھامنے کے لئے کتاب و سنت اور زکریا صاحب کے یہاں نانا توی اور گنگوہی فرق واضح ہے۔
۵۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے کوئی اور نبی آنے والا نہیں آپؐ آخری نبی ہے۔
جیسا کہ آپؐ نے فرمایا۔

انا خاتم النبیین لانبی بعدی ۔ (الحدیث)

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے قیامت تک لئے اتباع محمدؐ کی کی جائے۔ اور زکریا صاحب کے لئے اب کوئی (اور) قاسم و رشید پیدا ہونے سے رہے بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ اسی طرح مولانا تقی الدین ندوی صاحب یہ عنوان باندھ کر کہ (اکابر کے طریقہ کو لازم پکڑو) زکریا صاحب کا یہ فرمان

نقل کرتے ہیں۔

گنگوہی کی سنت کی اتباع

"ارشاد فرمایا: ہمارے بزرگوں کی ایک ایک ادا دانتوں سے پکڑنے کے قابل ہے جب سے میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ تیس تاریخ کو "الم ترکیف" سے تراویح پڑھتے تھے اگر آج چاند نہ ہوا ہوتا۔ تو میرا بھی ارادہ تھا کہ عبدالرحیم سے کہوں کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھا دے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الآیتہ)

تمہارے لئے تمہارے رسولؐ کی زندگی بہترین اسوہ ہے اور زکریا صاحب کے لئے بزرگوں کی زندگی آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ نے مجھ سے پہلے بھی جتنے انبیاء بھیجے ان کے حواری و صحابہ بنائے "(ان کا کام کیا تھا")

یا خذون بسنتہ و یقتدون بامرہ (مشکوٰۃ)

جو اس کی سنت کو تھامتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے اسی طرح زکریا صاحب اپنے بزرگوں کی سنت کو تھامتے ہیں زکریا صاحب کے مرید خاص صوفی اقبال صاحب تبلیغی جماعت کے عقائد کا اظہار ان الفاظ میں بھی کرتے ہیں۔ "آپ (حضرت گنگوہی) نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے تھے کہ "سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۸۵

"حق وہی جو رشید احمد کی زبان سے نکلے"۔ اور رسول اللہؐ فرمائیں "میری زبان سے حق ہی نکلتا ہے"

لایخرج منھاالاحق" (الحدیث)

اور حق نکلنے کی وجہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ یہ صفت صرف آپؐ کی تھی

وماینطق عن الھوٰی ان ھو الاوحی یوحی (الآیتہ)

نبی خواہشات سے کلام نہیں کرتا وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے اسی

طرح گنگوہی صاحب کہیں "ہدایت و نجات میرے اتباع پر موقوف ہے" اور رسول اللہ فرمائیں۔ من اطاعنی دخل الجنۃ (الحدیث) جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا کیا ان تمام القاء۔ الہام۔ انام انکشاف اور عطایات کے در پردہ کہیں مولانا محمد الیاس صاحب کو ان کے سوانح نگار صحابہؓ و پیغمبر کے دوش بدوش تو بٹھانے کی سازش نہیں کر رہے۔ تحریرات سے تو واقعی نبوت کے منصب کی طرف پیش قدمی نظر آتی ہے۔ مثلاً ابو الحسن ندوی لکھتے ہیں۔

صحابہ کی برابری

(امی بی مولانا پر بہت شفیق تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب میں ابتداء سے صحابہ کرام کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی۔ جس کو دیکھ کر مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الہند) بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں ۸۶ ایک جگہ میانجی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔ "اہل بصیرت نے آپ میں سے صحابہ کی خوشبو محسوس کی ۸۷

اور یہ بات جوانی یا ادھیڑ پن کی نہیں بلکہ بچپنے کی ہے جیسا کہ میانجی محمد عیسیٰ صاحب کی اس تحریر میں صراحت ملتی ہے "حضرت شیخ الہند نے جب پہلی بار (بچپن میں) ۸۸ آپ کو دیکھا تو فرمایا اس بچے سے مجھے صحابہ کی بو آتی ہے ۸۹ اور ان کے جسم سے یہ خوشبو حقیقی تھی۔ جیسا کہ میانجی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔ آپ (امی بی) آخری عمر میں نابینا ہو گئی تھیں۔ اس لئے دکھائی نہ دیتا تھا حضرت کو خوشبو سے ہی پہچان لیتی تھیں ۹۰)

جس شخص کے بچپنے کا یہ عالم ہو کہ اس کے بدن سے صحابہ کی خوشبو آئے اور اس کی معیت میں صحابہ کی سی صورتیں چلیں۔ تو ان کی جوانی کی منزل کے عروج کا اندازہ لگانا ہر ایک کا کام نہیں ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یوسف کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی کچھ اس طرح کے ہوں گے ۹۱

قادری صاحب نے تو یوسف صاحب کو ہی صحابہ جیسا بنایا تھا لیکن منشی محمد عیسیٰ صاحب نے تو ایک حضرت کی زبانی ساری جماعت کو ہی صحابہ کی سی جماعت قرار دے دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں "(حضرت تھانوی نے) پھر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کسی کو یہ دیکھنا ہو کہ حضرت صحابہ کیسے تھے۔ تو ان لوگوں کو دیکھ لو ۹۲

ہمارا عقیدہ ہے کہ پوری کائنات کے افراد مل کر بھی ایک ادنیٰ سے صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جیسا کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اگر یہ صحابہ ایک مد یا نصف جو اللہ کے راستے میں خرچ کریں تو تم احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر کے ان کے مقابلے میں نہیں آسکتے۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۵۳۔

لیکن یوسف صاحب (حضرت جی) اپنے مرید کو ایک حدیث سناتے ہیں جس کا تذکرہ وہ یوں کرتا ہے۔ "آپ سے حدیث سنی تھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب زنا عام ہو جائے گا اور کھلے عام زنا ہوگا اور جو شخص زنا کے خلاف یہ کہے گا کہ اللہ سے ڈرا اور ذرا ہٹ کر آڑ میں کر لے تو اس شخص کو ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ثواب کے برابر ہوگا ۹۳ حدیث کے یہ الفاظ کہاں ہے کہ صرف یہ بات کہنے سے بندہ صحابہ کے ثواب کے برابر پہنچ جاتا ہے۔

یہ تو تھی صحابہ کی برابری اور ذرا تنقیص بھی سن لیں۔

تنقیص صحابہ

رسول اللہؐ نے صحابہ کو مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ اور خود روزے رکھے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی ان ربی یطعمنی و یسقینی (الحدیث) میرا رب مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے ذرا زکریا صاحب کی نانی کی روحانی بلندی بھی ملاحظہ فرمائیں ابو الحسن ندوی صاحب لکھتے ہیں "(مولانا کی نانی کا) اخیر زمانہ میں یہ حال تھا کہ خود کھانا طلب نہیں فرماتی تھیں۔ کسی نے لا کر رکھ دیا۔ تو کھا لیا گھر بڑا تھا۔ اگر کام کی کثرت اور زیادتی مشغولیت کی وجہ سے خیال نہ آیا تو بھوکی بیٹھی رہتیں ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ

آپ ایسے ضعف کی حالت میں کیسے بے کھائے رہتی ہیں - فرمایا الحمد للہ میں تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہوں - ۹۴

جہاں صحابہ کی انتہا وہاں ان کی ابتداء ہوتی ہے - وہ تو نبی سمیت کھانا نہ ملے تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے ہیں - اور یہ ذکر سے بھی کام نکال لیتی ہیں - کیا اس واقع سے صحابہ کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلتا - سوچ لیجئے گا اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے گفتگو کے لئے آنے والے شخص نے واپس پہنچ کر کہا تھا - "کہ تم انکا مقابلہ نہیں کر سکتے - میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں - جو عزت اس نبیؐ کے ماننے والے اپنے نبیؐ کی کرتے ہیں وہ عزت کوئی درباری بھی اپنے بادشاہ کی نہیں کرتے - میں نے ان لوگوں کو ان کے نبیؐ کے وضو کے پانی کے قطروں کو فضا ہی میں اچکتے دیکھا ہے کہ وہ اسے زمین پر گرنے ہی نہیں دیتے - اگر کسی کو کوئی بوند نہ ملے تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے اپنا ہاتھ گیلا کر لیتا ہے - حتی کہ تھوک بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے - یہ تھی محبت کی انتہا جو صحابہؓ اپنے نبیؐ سے کرتے تھے جس کا اعتراف وہ مکے کا مشرک بھی کر رہا ہے -

بلغم پینا

اب ذرا اس قبیلے کے مرید کی پیر سے محبت ملاحظہ فرمالیجئے -

زکریا صاحب فرماتے ہیں "کہ میں نے اپنے اکابر کی اپنے شیخ سے محبت واقعی عشق کے درجے سے بھی زیادہ پائی - "اعلیٰ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ پان نہیں نوش فرمایا کرتے تھے - لیکن اگالدان رہتا تھا - کبھی کھانسی وغیرہ میں بلغم اس میں ہوتا تھا - سوکھ بھی جاتا تھا - حضرت شیخ الھند نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ اس اگالدان کو بہت چپکے سے کوئی نہ دیکھے اٹھایا اور باہر لیجا کر اس کو دھو کر پی لیا ۹۵ دیکھا آپ نے اتنی محبت تو صحابہ بھی اپنے نبی سے نہ کرتے ہوں گے وہ بھی تھوک وغیرہ اپنے جسم پر ملتے تھے اور یہاں بلغموں کے اگالدان تک پی لئے جاتے ہیں - کیا اس طرح صلح حدیبیہ کے واقعہ کا ! مقابلہ اس واقعے سے کرنے میں صحابہ کی توہین تو نہیں ہوتی

منصب نبوت کی طرف پیش قدمی

یہ تو تھی صحابہؓ تک رسائی اور تنقیص صحابہ اب لیجئے منصب نبوت کی طرف پیش قدمی۔ ابوالحسن ندوی صاحب لکھتے ہیں "مولانا (الیاس) فرماتے تھے۔ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ محسوس ہوتا تھا حضرت سے کہا تو حضرت تھرا گئے۔ اور فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے یہی شکایت حاجی صاحب (امداد اللہ مہاجر مکی) سے فرمائی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔ ۹۶)

معلوم نہیں یہ ابوالحسن ندوی کے قلم کی لغزش ہے یا عمداً ایسے کیا گیا ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے جواب کے نقل میں خیانت کی گئی ہے۔ وہ شاید اس کلام (جس کی تاویل ممکن نہ تھی) سے مولانا الیاس صاحب کو نبی کے دوش بدوش کھڑا دیکھ کر گھبرا گئے ہوں گے کہ مخالفین کا منہ کیسے بند کریں گے۔ لہذا اس جواب کو ہی گول مول کر گئے۔ تو لیجئے ہم قاسم نانا توی صاحب کی شکایت اور حاجی امداد اللہ کا جواب من و عن نقل کرتے ہیں۔ قاسم نانا توی صاحب نے جب حاجی صاحب سے یہ شکایت کی کہ۔

"جہاں تسبیح لے کر بیٹھا ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس قدر گرانی کہ جیسے سو سو من کے پتھر کسی نے رکھ دیئے زبان و قلب سب بستہ ہو جاتے ہیں ۹۷ اس پر حاجی صاحب نے یہ جواب دیا۔

"یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ ثقل ہے جو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے اور یہی واقعہ مولانا الیاس صاحب کو بھی پیش آیا یعنی ان کے قلب پر بھی نبوت کا فیضان ہوتا تھا (جسے سن کر گنگوہی صاحب تھرا جاتے ہیں۔) اور مولانا محمد الیاس صاحب کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نزول وحی کی گرانی محسوس ہوا کرتی تھی اور وحی کا اثر تا پچھلے صفات میں گزر گیا۔ اب کمی کس چیز کی رہ گئی۔

الیاس صاحب صرف نزول کی سی گرانی میں مماثلت نہیں رکھتے بلکہ مولانا الیاس صاحب کی اکثر صفات نبیؐ سے ملتی جلتی ہیں صوفی اقبال صاحب لکھتے ہیں۔

نبی سے سبقت

"ایک دفعہ حضرت (زکریا صاحب) نے ایک بزرگ سے جن کو مکاشفے میں بارگاہ نبوت میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے اپنے ایک سفر کے ارادے کے متعلق استصواب کرایا تو وہاں (نبیؐ) سے ارشاد ہوا کہ ان کے (حضرت شیخ کے) دل میں جو خیال آتا ہے وہ اوپر (آسمان) ہی سے آتا ہے۔ ۹۹

ایک جگہ صوفی اقبال اس واقعے کو ذرا واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایک ذاکر شاغل صاحب حضوری نے حضرت شیخ (زکریا صاحب) کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ان کے دل میں جو خیال آتا ہے۔ وہ اوپر (آسمان) ہی سے آتا ہے۔ ۱۰۰ پہلے حوالے میں صوفی اقبال نے نبیؐ کی بجائے وہاں اور اللہ کی بجائے اوپر کا نقطہ استعمال کیا لیجیئے اب ذرا اور کھل گئے ہیں۔ لکھتے ہیں ان کے دل میں جو آتا ہے انشاءاللہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے لہذا اطمینان رکھو ۱۰۱

انصاف کے دامن کو ذرا تھامیئے۔ اور سوچیئے کیا نبی سے بھی سبقت لے جانا نہیں۔ محمدؐ کی دو حیثیتیں ہیں ایک محمد رسول اللہ کی کہ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی (القرآن)

یہ نبیؐ خواہشات سے نہیں گفتگو کرتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو کی جاتی ہے اور دوسری حیثیت محمدؐ بن عبداللہ کی ہے کہ جس میں شھد کے حرام کرنے، جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لینے، حضرت زیدؓ کو حضرت زینبؓ سے علیحدہ نہ ہونے کا مشورہ دینا بریرہؓ لونڈی کو مغیثؓ سے نکاح فسخ نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یا جیسے تابیر نخل کا واقعہ آتا ہے آپؐ فرماتے ہیں۔

" اذا امرتکم بشی من دینکم فخذوا بہ واذا امر تکم بشی من رائی فانما انا بشر (مسلم مشکوٰۃ ص ۲۸)

جب میں تم کو دین کے کسی معاملہ کا حکم دوں تو اسے بجا لاؤ۔ اور جب میں اپنی

رائے دوں تو میں انسان ہوں۔ ۴۸
یہ ایسے امور ہیں جن کے بارے میں آپ کا یہ فرمانا " انتم اعلم باموردنیاکم " الحدیث" کہ دنیا کے معاملات تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ اور اب زکریا صاحب کی روحانی پرواز دیکھیئے کہ ہر خیال وحی الہی ہوتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ جس میں غلطی کا امکان کا شائبہ تک نہیں ہوتا "اللہ رے غضب"
(اور دل میں خیال کس واسطے سے آتا ہے مولا منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔
" یا تومن جانب اللہ حضرت شیخ کے قلب پروارد ہوا ۱۰۲ اسی طرح کی بات محمد یوسف صاحب کے بارے میں ہے "مولانا محمد یوسف صاحب کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتیں تھیں ۱۰۳
کیونکہ مولانا تقی الدین ندوی صاحب زکریا صاحب کی نبی والی صفت بیان کرتے ہیں۔ جب فرشتے آکر نبی کے بارے میں کہتے ہیں
"ان العین نائمۃ و القلب یقظان (بخاری مشکوٰۃ ص ۲۷)
ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ اور یہی صفت زکریا صاحب کی ہے۔ لکھتے ہیں۔
"کچھ دیر کے بعد کچھ دیر کے لئے آرام فرماتے مگر "تنام عینای ولاینام قلبی کی طرح کیفیت رہتی ۱۰۴)
شاید کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نیند میں بھی چونکہ وحی الہی آسکتی ہے اور قلب پر وارد ہو سکتی ہے۔ اس لئے دل بیدار ہی رہتا ہے۔ اور شاید نبیؐ کی طرح سونے کے بعد ان کو بھی وضو کی ضرورت نہیں ہوتی ہوگی" اللہ رے یہ جرأت یہ تو نبوت کے مقابلے تھے زکریا صاحب کے، اب ان کے پیر کی بھی سن لیجیئے۔
(زکریا صاحب اپنے پیر مولانا عبدالقادر صاحب کے عطیات دینے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "میرے دینے پر انکار نہ کیا کرو میں حکم سے دیتا ہوں" ۱۰۵
جیسا کہ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو مال زکوۃ میں سے دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے انکار کرتے ہوئے کہا تھا مجھ سے زیادہ غریب کو دے دیں آپ نے فرمایا۔)

"خذہ فتمولہ و تصدق بہ - متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱٦۲"
اسے لے لو اور لے کر صدقہ کر دو - اسی طرح زکریا صاحب کے بزرگ نے کہہ دیا میرے دینے پر انکار نہ کیا کرو - وہ شاید اسی لئے کہ یہ بزرگ
"وما ینطق عن الھوٰی ان ھوالا وحی یوحیٰ" (الآیتہ)
کے کامل نمونہ تھے - جیسا کہ زکریا صاحب فرماتے ہیں -

اللہ اور نبیؐ سے پوچھ کر عمل کرنا

ہمارے بزرگوں میں امیر خاں صاحب امیر الروایات ہیں - وہ حج میں گئے وہاں ایک نقشبندی بزرگ سے بہت متاثر ہوئے ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جب امیر خاں واپس آئے - تو گنگوہ حاضر ہوئے - اور حضرت اقدس گنگوہی کا بدن دبا رہے تھے - حضرت کو یہ قصہ سنایا - مگر حضرت نے کوئی توجہ نہیں کی تو انہوں نے

دوبارہ دریافت کیا - حضرت اقدس گنگوہی نے فرمایا کہ سنو دس سال پہلے تک تو میں حضرت حاجی صاحب سے (جو مکہ معظمہ میں تھے) دریافت کیا کرتا تھا اور اس کے بعد براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہوں یہ جو تم نے سنایا وہ اکابر نقشبندیہ کے دل بہلانے کے لئے ہے - ۱۰٦

یہ تو تھی حضرت کی پرواز محمد تک اب ذرا حضرت کی پرواز کی بلندی بھی دیکھ لیں - حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ -

"(فنافی الشیخ کی حالت میں) کامل تین سال تک حضرت حاجی صاحب سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا - اس کے بعد (فنافی الرسول کی حالت میں) کامل تین سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر کوئی حرکت نہیں کی اس کے بعد خاموش ہوگئے لیکن پوچھنے پر فرمایا کہ پھر آگے احسان کی حالت رہی بندہ نے اسی حالت کا ذکر کیا کہ پوچھ کر عمل کرتے ہیں : ۱۰۷

احسان کا معنی یہ ہے جیسا کہ جبرئیل نے نبیؐ سے پوچھا تھا کہ احسان کیا ہے آپ نے فرمایا

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (مشکوۃ بخاری ص ٦)

(یہ کہ اللہ کی ایسے عبادت کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ حالت نہ ہو تو یہ کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔

لیکن اللہ صوفی اقبال کا بھلا کرے کہ اس نے بات کھول دی کہ یہ عبادت کا مسئلہ نہیں بلکہ " پوچھ کر عمل کرنے کا مسئلہ تھا")

جو احسان (بیان کردہ) سے بلند تر ہے۔ جس کی ابتداء انبیاء کی انتہا سے شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ نبیؐ نے بھی اپنے لئے شہد کو حرام کرنا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا۔ جنگ تبوک میں منافقین کو جنگ میں نہ جانے کی اجازت دینا وغیرہ اپنی مرضی سے کئے۔ جس پر اللہ نے گرفت کی۔

لیکن ان کا ایک ایک عمل پوچھ پوچھ کر ہوتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ ان کی پرواز کی بلندی انبیاء سے بھی بلند ہے۔ یقین نہیں آتا تو ملاحظہ فرمائیے رسول اللہؐ نے جب جبرئیلؑ سے جلدی جلدی آنے کو کہا تو قرآن کی یہ آیت اتری۔

"وما نتنزل الا بامر ربک (الآیتہ)

کہ ہم تو اللہ کے حکم سے اترتے ہیں۔ اور "انقطع الوحی" کے بعد جبرئیلؑ کسی شخص کے پاس نہیں آئے کیونکہ وحی تو اب اترتی نہ تھی۔ لیکن یہاں وحی تو دور کا مسئلہ رہ گیا۔ ان کے بزرگوں کے ہاں جبرئیل خدام کے طور پر کھڑے رہتے ہیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

جبرئیلؑ خادم

("حسین بن حی کہتے ہیں کہ میرے بھائی علی کا جس رات میں انتقال ہوا انہوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی۔ میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا وہ فرمانے لگے کہ میں تو پی چکا میں نے کہا آپ نے کہاں سے پی لیا گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں کہنے لگے حضرت جبرائیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے وہ مجھے پانی پلا گئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان

لوگوں میں ہے جن پر حق تعالیٰ نے انعام فرما رکھا ہے ۱۰۸ لیجیئے جبرئیل کو فوراً پہچان بھی لیا۔ شاید بچپن کے ساتھی ہوں۔ پانی بھی پلا گئے اور خوشخبری دے کر عشرہ مبشرہ والی لسٹ میں داخل بھی کر گئے۔

الہام ہی الہام

اور یہی حالت چھوٹے حضرت جی کی تھی۔ مفتی عزیزالرحمن صاحب لکھتے ہیں

"اس وقت حضرت جی نے جوش میں آکر اپنے عزم کا اظہار کیا۔

"ایک وقت آئے گا تم عراق جاؤ گے، شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے لیکن اس وقت یہ کام رجوع عام اختیار کر چکا ہوگا"۔۔۔۔۔۔ معلوم ایسا ہوتا کہ یہ آواز الہامی تھی جس کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا تھا ۱۰۹

ایک اور جگہ مولانا محمد یوسف (حضرت جی) کے بارے میں ہے۔

"اس کے ساتھ دوران گفتگو اور دوران تقریر میں ایسے معانی کا ورود ہوتا جس کو آورد اور تکلف یا نکتہ آفرینی سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ بلکہ صاف معلوم ہوتا تھا کوئی اور طاقت ان سے یہ مضامین اور حقائق و معارف کروا رہی ہے وہ صرف اس کے ناقل ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود ۔۔۔۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ۱۱۰

ایک جگہ صوفی اقبال صاحب زکریا صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت نے ایک بزرگ سے جس کو مکاشفے میں بارگاہ نبوت میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے اپنے ایک سفر کے ارادے کے متعلق استصواب کرایا تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ ان کے دل میں جو خیال آتا ہے وہ اوپر ہی سے آتا ہے۔ سفر کے متعلق فرمایا کہ اس سے بڑا اور کیا کام ہو سکتا ہے۔ ۱۱۱

خیال تک اوپر سے آتا۔ نبی سے بھی سبقت لے جانا نہیں ورنہ نبی نے شہد حرام کیا تو اللہ نے گرفت کی جنگ تبوک کے موقع پر لوگوں کو اجازت دی تو اللہ نے سوال کیا۔ نابینے ام مکتوم سے بے رغبتی سی دکھائی تو اللہ نے ڈانٹا۔ لیکن یہ ۱۱ ، تو خیال بھی آئے تو اوپر سے ہی اب خود ہی فیصلہ کریں کہ مقام کس کا اونچا۔

اور ان تمام خرافات کی وجہ کیا ہے۔ یہ بھی سن لیجئے، مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا الیاس کا اللہ سے خاص تعلق

"اللہ کا خاص تعلق بیک وقت بہت سے بندوں سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن خاص الخاص بس کسی کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اور میرے خیال میں اس حضرت دہلوی (مولانا محمد الیاس) کے ساتھ اللہ کا تعلق خاص الخاص قسم کا ہے ۱۱۲

اور یہ خاص الخاص تعلق بچپن سے ہی تھا اسی لئے حضرت میاں جی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں

"اللہ کی رحمت کو جوش آیا۔ اور انسانوں پر کرم فرمایا۔ اور حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہ کو روز اول سے ہی منتخب فرما کر پیدائش سے ہی تربیت کا غیبی انتظام جاری فرما دیا ۱۱۳

جس طرح انبیاء کی غیبی تربیت شروع سے ہوتی ہے کہ کہیں نبوت والی چادر داغدار نہ ہو جائے۔ اسی طرح الیاس صاحب اس صفت میں انبیاء کے برابر ہوئے۔ اور یہ روز اول سے ہی انبیاء کی طرح غیبی انتظام تربیت کیوں ہوا اس لئے کہ انبیاء کی طرح ان سے بھی کام لینا تھا اسی لئے مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ

"مدینہ منورہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام کے لئے امر ہوا اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے ۱۱۴ اور خود مولانا الیاس کی زبانی یہ بھی سنتے جائیے کہ وہ مثل انبیاء کے ہیں فرماتے ہیں۔ "اللہ کا یہ ارشاد

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعزوف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله

کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو ۱۱۵

زکریا صاحب مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے اور ان سے کام لینا ہے لیکن یہ کس نے کہا کہ تم سے کام لینا ہے اور یہ بھی ذرا سماعت کر ہی لیں

نبی کا الیاس صاحب کو حکم

"بہ روایت حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم حضرت جی کو اس کام کے کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب اس کام کو اختیار کیا۔ ۱۱۶

اور نبی کسی کے خواب میں آئے کہ تجھ سے کام لینا ہے اور کسی کو ویسے ہی قبر سے اشارہ کر دیا۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ "ایک مرتبہ خواب میں مجھے جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تشریف فرما ہیں۔ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ زکریا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق بہت ہو رہا ہے مگر میرا جی یوں چاہے کہ اس سے کچھ اور کام لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس کو یہاں آنے کا اشتیاق تو بہت ہے۔ مگر میرا بھی یونہی جی چاہے کہ اس سے کچھ اور کام لیا جائے اس خواب کے بعد میں بہت حیرت میں پڑ گیا۔۔۔۔۔۔ مگر کچھ دنوں بعد چچا جان کا واقعہ یاد آیا وہ یہ ہے۔ کہ جب چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) مدینہ منورہ آئے تو ان کا ارادہ یہاں ٹھہر جانے کا ہوا روضہ اقدس سے اشارہ ہوا کہ ہندوستان جاؤ تم سے کام لینا ہے ۱۱۷

رسول اللہ کی نظر انتخاب مولانا الیاس اور پھر زکریا صاحب پر کیوں پڑی۔ اس لئے کہ بقول صوفی اقبال یہ حضرات ان صفات عالیہ کے حامل تھے لکھتے ہیں۔

"امام وقت ولی کامل جن کا سوچنا اللہ اور من اللہ تھا وہ عنایت الٰہی کے رخ کا ادراک کرنے والا تھا۔ ان جیسوں کے متعلق پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی فرماتے ہیں۔ کہ اولیاء کے قلوب ارادہ خداوندی کا دروازہ ہوتے ہیں۔ اور بزرگوں نے فرمایا کہ ان کے افکار و توجہات توجہ الی اللہ سے متحد ہوتے ہیں اور ان کے قلوب نظر باری تعالیٰ اور تجلیات الٰہی کے محل ہوتے ہیں ۱۱۸

جن کا سوچنا من اللہ اور وہ عنایت الٰہی کے رخ کا ادراک کرنے والے۔ جن کے

قلوب ارادہ خداوندی کا دروازہ اور تجلیات الٰہی کے محل ہوں - ان کا مقام کیسے نبیؐ سے کم ہو سکتا ہے - ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ انہیں کسی طرح بھی نبیؐ سے کم نہیں سمجھتے - اسی لئے تو وہ آیت جس کو ابوبکر صدیقؓ نے امام الکائنات کی وفات پر تلاوت کر کے صحابہؓ کو آپؐ کی وفات کا یقین دلایا تھا - وہی آیت الیاس صاحب کی وفات کی افواہ اور وفات کے موقع پر تلاوت کی گئی - چنانچہ ابوالحسن ندوی صاحب موت کی افواہ کے بارے میں لکھتے ہیں -

نبی کی مماثلت

"خبر کی تردید کی گئی مگر بروقت موثر نہیں ہوئی اور بڑا مجمع ہو گیا- یہ سنت بھی ادا ہو گئی- مولانا منظور صاحب نے مسجد کے نیچے درخت تلے موت کے مضمون پر ایک برمحل اور موثر تقریر کی ۱۱۹

اسی طرح الیاس صاحب کی وفات کی منظر کشی کرتے ہیں -

"شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے،

وما محمد الارسول قدخلت من قبلہ الرسل (الآیتہ)

کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کے لئے تعزیت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی

۱۲۰

سوچنے کا مقام ہے - آخر مولانا الیاس صاحب کی وفات کے موقع پر بار بار اس آیت کی تلاوت کا کیا موقعہ تھا - جبکہ موت کے بارے میں قرآن مجید میں بے شمار آیات موجود ہیں - کیا اس سے اس شبہ کو تقویت نہیں ملتی - کہ الیاس صاحب کے مریدین کی نظر میں ان کا مقام نبیؐ سے کسی طرح کم نہ تھا - ورنہ کسی امام، محدث مفسر اور ولی اللہ - کی وفات پر بھی ان کے معتقدین نے اس آیت کی بار بار تلاوت نہیں کی - "فافہم"

یہ تو تھا مقام عالیہ مولانا محمد الیاس صاحب کا ان کے ماننے والوں کی نظر میں اب مولانا محمد یوسف صاحب کا مقام بھی مفتی عزیز الرحمن صاحب سے سن لیں- لکھتے

ہیں۔

"میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان بزرگانہ نظروں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو یوسف ثانی بنا دیا تھا۔ ۱۲۱ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ اب تک تو یہی سنا تھا مگر اب تو نظروں ہی سے امتی کو نبی بنا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ اور وضاحت کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس وقت سب کچھ تھے لیکن وہ یوسف ثانی نہ تھے یوسف ثانی تو بعد میں بنے ہیں ۱۲۲

اب سوچیئے کون تھے یوسف۔ وہ تو نبی تھے۔ یعقوبؑ کے بیٹے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی۔ اور اب مولانا محمد یوسف صاحب یوسف ثانی بن گئے۔ یہ تو تھی مقابلہ بازی الیاس صاحب اور یوسف صاحب کی انبیاء سے اب لیجئے زکریا صاحب نے ایک عام لڑکی کا مقابلہ نبیؐ سے کروا دیا۔

نبیؐ کا لڑکی سے مقابلہ

"براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم رسول اللہؐ کے ساتھ چودہ دن رہے اور حدیبیہ میں ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی کھینچا ہم نے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا یہ خبر آنحضرتؐ کو پہنچی آپؐ کنویں کے پاس تشریف لائے۔ اور اس کے کنارے پر بیٹھے پھر آپ نے برتن میں پانی منگوایا آپؐ نے وضو کیا اور وضو کے بعد پانی اپنے منہ میں ڈالا۔ اور دعا کی اور آب دہن کو کنویں میں ڈالا پھر فرمایا اس کو ایک ساعت چھوڑ دو تو لوگوں نے خوب پانی پیا اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی کوچ کرنے تک پلایا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۳۲ بحوالہ بخاری)

اب ذرا زکریا صاحب کی بھی سن لیں۔ لکھتے ہیں۔

"دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے۔ کہ مؤلف کو سفر میں وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ اور ڈول رسی کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔ ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیا اور کنویں کے اندر تھوک دیا۔ پانی کنارے تک ابل آیا۔ مولف نے حیران ہو کر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یہ برکت ہے درود شریف

کی ۱۲۳
فضائل درود کے لئے من گھڑت واقعات ذکر کرنے کا اتنا شوق ہے کہ بیشک اس سے نبوت پر ڈاکہ ہی کیوں نہ پڑ جائے اور معجزے کی وقعت ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔ یہ تو تھے کار نبوت میں نبیؐ سے مقابلے اب ان کی ذاتی صفات میں شراکت کی جستجو ملاحظہ فرمائیں

نبیؐ کی صفات میں شراکت

مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں۔
"بائیں جانب پشت پر شانے کے قریب ایک مسہ تھا۔ اور اس پر دو یا تین بال بھی تھے۔ (زکریا صاحب) اس کو دکھلا کر یوں فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلعم کے جسم اطہر پر مہر نبوت بھی اسی جگہ تھی ۱۲۴
کہاں مہر نبوت کہاں مسہ کہاں کی انیٹ کہاں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا:
یا جیسے وہ لطیفہ کہ تیلی نے جاٹ کو کہا۔
جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ نے جواب دیا۔ تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولھو۔ تیلی نے اعتراض کیا کہ قافیہ ردیف تو ملے نہیں جاٹ کہنے لگا۔ ملیں یا نہ ملیں۔ وزن تو اٹھائے گا نا
اسی طرح زکریا صاحب نے مسہ دکھا کر کہا نبیؐ کی مہر نبوت بھی اسی جگہ تھی۔ اسی طرح انبیاء کے بارے میں ہے
"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (الحدیث).
اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام کر دیا کہ وہ ان کو کھائے۔
اور یہاں زکریا صاحب کا مقام دیکھ لیں۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں۔ "کئی سال گزرنے کے بعد ایک مرتبہ کثرت باراں کے سبب قدموں کی جانب سے قبر بیٹھ گئی اور روزن کھل گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ کفن بعینہ اسی طرح صحیح و سالم اور صاف ستھرا ہے گویا ابھی دفن کیا گیا ہے ۱۲۵!
وہاں زمین کو انبیاء کے جسموں کو کھانے کی اجازت نہیں۔ اور یہاں جسم تو در کنار

اور کفن کا کھانا تو کجا اس کی شکنیں تک خراب کرنے کی اجازت نہیں"۔

تلک اذاً قسم ضیزیٰ (الایتہ)

لیجیئے ایک اس سے بڑھی جستجو۔ زکریا صاحب کو نبی کے برابر کرنے کی" صحابی بیان کرتا ہے کہ

ولا شممت مسکاً ولا اطیب من رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ مشکوٰۃ ص۵۱۷

میں نے نبی کے جسم سے اچھی خوشبو نہ مشک میں سونگھی اور نہ عنبر میں۔

اسی طرح ام سلیمؓ کا واقعہ آتا ہے کہ وہ آپ کا پسینہ جمع کرتیں اور پھر اپنی خوشبو میں ملاتی۔ ایک دفعہ نبیؐ نے دیکھ کر کہا ام سلیمؓ یہ کیا کرنے لگیں

عرقک نجعلہ فی طیبنا وھوا طیب الطیب (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ملاتی ہیں کیونکہ اس پسینے کی خوشبو تمام خوشبوؤں سے اچھی ہے۔

اسی طرح حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یسلک طریقاً فیتبعہ، احد الاعرف انہ قد سلکہ، من طیب عرقہ اوقال من ریح عرقہ (دارمی مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

کہ رسول اللہؐ جس راستے سے گزرتے کوئی آپ کی تلاش میں اس راستے سے گزرتا تو آپ کے پسینے کی خوشبو سے یہ جان لیتا کہ آپ ادھر سے گزرے ہیں۔

یہ ہے رسول اللہ کی صفت اب ذرا زکریا صاحب کی صفت بھی ملاحظہ ہو۔ صوفی اقبال صاحب لکھتے ہیں۔

"حضرت اقدس کے خوشبو کے کثرت استعمال کو تو سب جانتے ہیں لیکن حسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو آتی تھی۔

چنانچہ حضرت کا مشلح (عربی چوغہ) اور کرتہ پر تو خوشبو لگانے کا دستور تھا۔ اندر کی

بنیان پر خوشبو نہیں لگاتے تھے۔ مگر گرمیوں میں پسینے سے بھیگی ہوئی آٹھ روز کے بعد جب کمری بدلی جاتی ہے تو اس میں خوشبو مہکا کرتی ہے۔ مدینہ پاک کے قیام میں جب شروع میں حضرت کے کپڑے احقر کے گھر دھلتے تھے تو احقر کی اہلیہ کپڑوں کا مستعمل پانی نالی میں نہیں گراتی تھیں۔ بلکہ چھت پر جا کر دیواروں پر ڈال دیتی تھی ۱۲۶

صحابہ نبی کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہ دیتے تھے اور یہ کپڑوں کا پانی گرنے نہیں دیتیں اور اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسی کتاب کے پچھلے صفحے پر یہ لکھا ہے۔ کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خود بخود خوشبو مہکتی تھی" اور اگلے صفحے پر لکھتے ہیں۔ (زکریا صاحب کے) حسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو آتی ہے۔

خرد کا نام جنون رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

یہاں تک تو آپ نے انبیاء سے مقابلہ بازی سنی۔ اب ذرا تنقیص انبیاء کی طرف الیاس صاحب وغیرہم کی پیش قدمی ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا الیاس صاحب کارکنوں اور دوستوں کے نام ایک مراسلے میں اس تبلیغی محنت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

انبیاء کی تنقیص

"اگرچہ تم کتنے ہی ضعیف ہو۔ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں۔ جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے۔ اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں۔ تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ غرض جبکہ ہمارے پاس تمہارے جیسے ضعیف ہیں تو حق تعالیٰ تمہیں سے سب کام لے لیں گے ۱۲۷

اس پیرائے میں انبیاء کے مقابلے میں اپنے کارکنان کی برتری ثابت کر کے انہیں

اس زعم باطل میں مبتلا کیا گیا ہے کہ جو کام انبیاء کر سکنے سے معذور تھے وہ ہم کر گزرے اور اس بیان کے پیچھے اس شخص کا جذبہ کار فرما ہے۔ جس کی تعلیمات کو پھیلانا الیاس صاحب اپنا مشن قرار دے چکے ہیں۔ نانا توی صاحب لکھتے ہیں۔

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں ۱۲۸

الیاس صاحب نے پہلے تمہید یہ باندھی کہ اللہ چاہے تو تم جیسے ضعیف سے کام لے لے۔ کام بھی انبیاء سے بڑھ کر پھر اللہ کی چاہت کو ایک طرف رکھ کر کہا کہ حق تعالیٰ تمہیں سے سب کام لے لیں گے۔ فقروں کا فرق مطالب میں بھی واضح فرق واضح کرتا ہے۔

اسی طرح دریائے نیل کو پار کرنا عصیٰ سے دریا کے دو ٹکڑے ہو کر راستہ دینا معجزہ نبی ہے۔ لیکن دریا پار کرنے کے ایک عجیب طریقے سے اس معجزے کو ایسے طریقے سے رد کیا کہ نبی کی شان ایک بزرگ سے بہت کم نظر آئے۔ جب موسیٰ کے ساتھی گھبرانے لگے۔ "انا لمدرکون (الآیۃ) اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے کیونکہ فرعون تعاقب کرتا آرہا تھا اور آگے دریا نے راستہ روک لیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کلا ان معی ربی سیھدین (الآیۃ) ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور نجات دے گا۔ موسیٰؑ بھی اسی انتظار میں ہیں کہ اللہ ضرور کوئی نجات کا راستہ نکالے گا جب تک اللہ نے وحی کے ذریعے موسیٰؑ کو دریا پار کرنے کا طریقہ نہ بتلا دیا موسیٰ نبیؑ ہونے کے باوجود دریا پار نہ کر سکے۔ ادھر بھی سنیئے زکریا صاحب اپنے والد سے سنا ہوا ایک واقعہ سناتے ہیں۔

دریا پار کرنے کا عجیب طریقہ

"جمنا جب طغیانی پر ہو تو عبور کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ ایک شخص پانی پت کا رہنے والا جس پر خون کا مقدمہ کرنال میں تھا اور جمنا میں طغیانی کا نہایت زور وہ ایک ایک ملاح کی خوشامد کرتا رہا مگر ہر شخص کا ایک جواب کہ "اس میں تیرے ساتھ اپنے آپ کو ڈبوئیں گے" یہ بیچارہ غریب پریشان روتا پھر رہا تھا۔ ایک شخص

نے اس کی بدحالی دیکھ کر کہا کہ اگر میرا نام نہ لے تو ترکیب میں بتلاؤں۔ جمنا کے قریب فلاں جگہ ایک جھونپڑی پڑی ہوئی ہے۔ اس میں ایک صاحب مجذوب قسم کے پڑے رہتے ہیں۔ ان کے جا کر سر ہو جا۔ خوشامد منت سماجت جو کچھ تجھ سے ہو سکے کسر نہ چھوڑنا۔ اور وہ جتنا بھی برا بھلا کہیں حتیٰ کہ تجھے ماریں بھی تو منہ نہ موڑنا۔ چنانچہ یہ شخص ان کے پاس گیا اور ان سے خوشامد درامد کی اور انہوں نے اپنی عادت کے موافق خوب ملامت کی کہ میں کوئی خدا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں مگر جب یہ روتا ہی رہا (اور رونا تو بڑے کام کی چیز ہے۔ اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے) تو ان بزرگ نے کہا کہ جمنا سے کہدے "کہ اس شخص نے جس نے عمر بھر نہ کچھ کھایا نہ بیوی کے پاس گیا اس نے بھیجا ہے کہ مجھے راستہ دے دے۔ چنانچہ یہ گیا اور جمنا نے راستہ دے دیا۔ ۱۲۹

تنقیص نبی کے ساتھ ساتھ اور بزرگ کی برتری کے علاوہ ان الفاظ پر بھی دوبارہ غور کریں۔ عبور کرنا ناممکن۔ مجذوب قسم کا صاحب۔ خوب ملامت کی۔ میں کوئی خدا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں۔ جمنا سے کہدے راستہ دے دیا۔

ظاہری اسباب سے دریا عبور کرنا ناممکن۔ لیکن مجذوب قسم کا انسان جس کا اخلاق ایسا کہ پہلے ملامت کی۔ پھر اس عقیدے کا اظہار کیا کہ یہ کام صرف اللہ کا ہے۔ میں کوئی اللہ ہوں تو یہ کروں پھر یہ کہہ کر کہ جمنا (بے شعور دریا) سے کہہ دے کہ راستہ دے دے اپنے اللہ ہونے کا اظہار بھی کر دیا کیونکہ یہ کام اللہ ہی کر سکتا ہے۔ ایک ہی واقعے میں اتنی گمراہیاں۔ پھر ایک اور اسی قسم کا واقعہ لکھ کر اپنے بزرگوں کی عظمت اور انبیاء کے معجزات کی تنقیص کی۔

زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ "حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، کہ ایک بزرگ دریا کے کنارے پر رہتے تھے۔ دوسرے بزرگ دوسرے کنارے پر۔ ایک بزرگ جو متاہل اور صاحب اولاد تھے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ کھانے کا ایک خوان لگا کر دریا کے دوسرے کنارے جو دوسرے بزرگ رہتے ہیں ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو کھانا کھلاؤ۔ بیوی نے کہا دریا گہرا ہے میں اس کو کس طرح پار کر کے

دوسرے کنارے پر جاؤنگی فرمایا کہ جب دریا میں قدم رکھنا تو میرا نام لے کر کہنا کہ اگر میرے اور میرے شوہر میں وہ تعلق ہے جو زن و شوہر میں ہوا کرتا ہے تو مجھے ڈبو دے ورنہ میں پار ہو جاؤں اس نے یہی کیا یہ کہنا تھا کہ دریا پایاب ہو گیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں وہ دریا کے پار ہو گئیں۔ ۱۳۰

معجزہ نبی کی تنقیص کے علاوہ ان باتوں پر ذرا غور کریں۔

۱۔ شوہر کے ہوتے ہوئے بیوی کھانا لے کر بزرگ کے پاس کیوں گئی۔ جبکہ کوئی مجبوری نہ تھی۔ اور رسول اللہؐ کا فرمان مرد اور عورت اجنبی اگر اکیلے ہوں تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ جو گناہ پر اکساتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا۔

۲۔ بزرگ شہر کو چھوڑ کر دریا کے کنارے کیا رہبانیت کی زندگی گزارتے تھے۔

۳۔ کیا دریا اتنا سمجھدار تھا کہ شوہر کی بیان کردہ بات سن کو گھرا دریا پایاب ہو گیا۔ کیا دریا اسی فقرے پر راستہ دیتے ہیں۔ کیا یہ فقرہ ہر ایک کے لئے مجرب ہے۔ کیا اسی فضولیات کا نام تبلیغی محنت ہے۔

جب نبی کی تنقیص سے دل نہ بھرا تو یہ فقرہ لکھ کر "اس کا تو کام ہو گیا اس میں کوئی استبعاد نہیں پہلے انبیاء کے معجزات اس امت کی کرامات ہیں" انبیاء کے خلاف اپنے ولی بغض اور اپنے بزرگوں کی عظمت کا اظہار کر دیا۔

تو کیا آج بھی عصیٰ کا سانپ بننا۔ پتھر سے ۱۲ چشمے جاری ہونا۔ ہاتھ منور ہونا۔ مردوں کا زندہ کرنا اور برص کے مریض کو شفایاب کرنا وغیرہ اس امت کے بزرگوں سے ممکن ہے۔ کیا پچھلے انبیاء اللہ کے چنے ہوئے بندے نہ تھے۔

کیا آج بھی کوئی خلیل اللہ، صفیح اللہ، کلیم اللہ، مسیح اللہ اور روح اللہ بن سکتا ہے۔

جس طرح سلیمانؑ کی ہوا پر حکومت تھی جس کی وجہ سے گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہو جاتا تھا۔ زکریا صاحب کے بقول اولیاء اللہ کی عیسائی محبوبہ کو ان سے ملانے کے لئے بھی کچھ اسی طرح کے سفر کے تیز ترین ذرائع موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔

"شیخ مرشد ابو عبداللہ اندلسی کی نظر ان میں ایک (عیسائی) لڑکی پر پڑی جو اپنے خداداد حسن و جمال میں سب ہمجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور و لباس سے

آراستہ تھی۔ شیخ کی اس سے آنکھیں چار ہوتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی۔۔۔۔ فرمایا پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے۔ اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ میرے تمام اعضاء جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو چھوڑ دوں" منگنی کر کے شیخ نے سور چرانے منظور کئے جیسے موسیٰؑ نے بکریاں چرانی منظور کی تھیں۔

جب شیخ صاحب اس سرزمین کو چھوڑتے ہیں۔ تو محبوبہ کا حال سنیئے غنودگی کی حالت میں محبوبہ لے جانے والے شخص سے کچھ سوال کرتی ہے۔

میں (لڑکی)۔ تو اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟

شخص۔ ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ۔۔۔۔۔ میں دے دو۔

میں (لڑکی)۔ بہت اچھا۔ یہ کہا اور کھڑی ہو گئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔

شخص۔ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوری دور چل کر بولے "بس کھول دو" میں نے آنکھیں کھولیں اور اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا۔ اب میں (لڑکی) متحیر ہوں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ۱۳۱

عشق کے واقعہ سے قطع نظر توجہ اس فقرے کی طرف کریں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی یہ تو تھی سلیمانؑ کے معجزے کی تنقیص اب لیجیئے عیسیٰؑ کی طرح معجزے کی باری۔

زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانا توی ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عورت اپنے ایک مادر زاد نابینا لڑکے کو دعا کے لئے لائی اور بہت عاجزی سے درخواست کی کہ "حضرت اس پر ہاتھ پھیر دیں۔ کہ اچھا ہو جائے" حضرت نے فرمایا یہ تو عیسیٰ السلام کے ساتھ تھا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ آپ ہاتھ پھیر دیں۔ مگر مولانا وہاں سے اٹھ کر چل دیئے۔ راستہ میں

عتاب (بذریعہ الہام) ہو گیا کہ تم کون اور عیسیٰ کون۔ کرنے والے ہم ہیں" چنانچہ مولانا واپس ہوئے اور "مامی کنیم مامی کنیم" کہتے ہوئے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہو گیا" ۱۳۲ .

یہ تو تھی تنقیص انبیاء کی ابتداء اب لیجئے انتہا بھی سن لیجیئے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ استقبال کے لئے آنے والوں کا رتبہ کم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی بڑے مرتبے والے سے ملنے جائے تو اس کی رہائش پر ملتا ہے۔ اسی اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے واقعہ پڑھیئے۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنی پھوپھی صاحبہ کو دیکھا کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو مجھ سے چلا کر فرمایا۔ کہ مجھے جلدی اٹھا کر بٹھا دو حضورؐ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ میرے دادا مولانا اسمٰعیل صاحب کا انتقال ہوا تو نظام الدین سے دلی تک ساڑھے تین میل کا ہجوم لگ گیا تھا۔ ایک صاحب کشف بزرگ نے دیکھا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں حضورؐ مع اپنے صحابہؓ کے انتظار فرما رہے ہیں۔ ۱۳۳

صاحب کشف بزرگ نے اسماعیل صاحب کا کلام کیسے سن لیا۔ جبکہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ ولو سمع لصعق (مشکوٰۃ باب عذاب القبر) اگر کوئی مردے کی یہ آواز (کہ مجھے جلدی لے چلو یا مجھے کہاں لے جا رہے ہو) سن لے تو وہ بے ہوش ہو جائے۔ سوچیئے۔

کیا رسول اللہؐ ان کے جنازے میں شرکت کے لئے آئے تھے یا اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے جانے کے لئے انتظار فرما رہے تھے۔ یہ کیا تماشا ہے۔

لیجیئے اسی قسم کا ایک اور واقعہ۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"میری حقیقی پھوپھی مرحوم سخت علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا بھی بڑا ہی عجیب واقعہ ہے۔ بہت سخت بیمار تھیں۔ اشارہ سے نماز پڑھتی تھیں۔ اسہال کبدی کئی دن سے تھے۔ کہ بوقت صبح صادق یوم دوشنبہ ۲۴ شعبان ۴۲ھ کو انہوں نے ایک دم مجھے آواز دی میں جاگ ہی رہا تھا۔ اور فرمایا کہ مجھے جلدی بٹھا مجھے جلدی [illegible] سہارا لگا دے۔ مجھے خیال ہوا کہ اذان کا وقت ہو گیا مبادا

اس میں دیر ہو جائے۔ میں نے ایک دوسرے عزیز کو اشارہ کیا وہ جلدی سے بیٹھ گئے انہوں نے جلدی میں فرمایا کہ تو بیٹھ حضورؑ تشریف لے آئے اور ہاتھ سے کوٹھے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ حضورؑ تشریف لے آئے اور یہ کہتے ہی

گردن پیچھے کو گر گئی رحم اللہ رحمتہ واسعتہ ۱۳۴

پچھلے تمام واقعات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ تبلیغی جماعت کے بانیوں کا مقصد حنفیت پھیلانا تھا اور ان کے اعمال امام ابوحنیفہ کی تقلید میں تھے اس کے علاوہ یہ صحابہؓ اور نبیؐ کی برابری کے ساتھ تنقیص صحابہؓ اور انبیاء کے مجرم بھی ہیں۔
لہذا ان کی یہ بات غلط ثابت ہوئی کہ
"نبی کے طریقے میں کامیابی اور غیر کے طریقے میں ناکامی کا یقین پیدا ہو جائے۔
اب آیئے اس بات کی طرف کہ ان کے بقول اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین پیدا ہو جائے"۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ ربوبیت کا عقیدہ تو مشرکین مکہ کا بھی تھا۔ وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ زمین و آسمان کا خالق صرف اللہ ہی ہے۔ اسی لئے اللہ اپنے نبی سے یہ کہتا ہے کہ اے نبی ان مشرکین مکہ سے پوچھ۔
من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ (الآیتہ)
کہ زمین آسمان کا خالق کون ہے پس وہ کہیں گے اللہ ہی نے پیدا کئے اسی طرح ان سے یہ پوچھ۔
(۱)۔ قل لمن الارض و من فیھا (الآیتہ) زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کا ہے۔
(۲)۔ قل من رب السمٰوٰت السبع و رب العرش العظیم۔
(۳)۔ قل من بیدہ ملکوت کل شیئٍ
کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔
اللہ کہتا ہے ان مشرکین مکہ کا یہی جواب ہو گا۔
سیقولون اللہ (الآیتہ) کہ اللہ ہی (مالک، رب اور بادشاہ ہے)
انکار تو مشرکین مکہ الوہیت کا بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ الوہیت میں شریک

کرتے تھے۔ اب اگر تبلیغی جماعت والے بھی ربوبیت والا عقیدہ پھیلائیں کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور الوہیت کا تذکرہ تک نہ کریں تو پھر ان کی توحید ویسی ہی ہے جیسی مشرکین مکہ کی جیسے اللہ کے ساتھ وہ شریک کرتے تھے اور جس طرح بریلوی شرک فی الذات، شرک فی الصفات اور شرک فی الاحکام تینوں طرح کے شرک میں ملوث ہیں یہی حال تبلیغی جماعت والوں کا حال ہے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل واقعات سنیئے۔

مولانا زکریا صاحب اپنی کتاب میں علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قول نقل کرتے ہیں۔

وحدت الوجود اور تبلیغی جماعت

"جاننا چاہیئے کہ بندہ کا اپنی حد سے تجاوز کرنے کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمام صفات جلالیہ۔ تکبر، بزرگی، عزت و عظمت شوکت و جلالت سے موصوف ہے تو اس کی صورت (انسان) میں بھی یہ امور ظلی طور پر سرایت کئے ہوئے ہیں۔ (ام الامراض ص ۷)

یعنی انسان اللہ کی ہی صورت ہے اور یہی عقیدہ وحدت الوجود کی بنیاد ہے اور یہ شرک فی الذات ہے اور لیس کمثلہ شیئٌ کے مخالف ہے۔ ایک جگہ پر زکریا صاحب عقیدہ وحدت الوجود کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"حق سبحانہ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں۔ اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں۔ ۱۳۵ یعنی ہر جمال میں وہی ہے اور یہی عقیدہ زکریا صاحب کے مرشد (جن کی تعریف زکریا صاحب نے اپنی کتاب آپ بیتی نمبر ۷ ص ۱۵۳ پر ان الفاظ میں کی ہے "حاجی صاحب عالم گر تھے) کا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"حضرت شیخ ان عکوس میں معائنہ اصل کرتے تھے پس یہ چیزیں ان کے واسطے بمنزلہ آئینے کے تعین فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی اور مرد مظہر حق (خدا) کا۔ عورت آئینہ مرد کی اور مرد آئینہ حق (خدا) کا پس عورت مظہر و آئینہ حق تعالیٰ ہے۔ اور اس میں جمال ایزی (اللہ) ظاہر و نمایاں ہے ملاحظہ کرنا چاہیئے" ۱۳۶

یعنی عورت کے حسن کا دیدار اس لئے کرنا چاہیئے کہ اس میں جمال ایزی (اللہ)

06105

نمایاں وظاہر ہے اور پھر شیخ صاحب تو عکس میں اصل کا معائنہ کرتے تھے کیونکہ عکس ان کے لئے بمنزلہ آئینے کے ہوتے تھے۔ چنانچہ ان کے بقول عورت کا حسن عکس الہیٰ ہے۔ اس لئے عورت کے حسن میں اللہ کو دیکھتے تھے۔ اسی طرح زکریا صاحب ایک جگہ وحدت الوجود کو تصوف کا ابتدائی دور قرار دیتے ہیں ۱۳۷ تو چند صفحے آگے اپنے مرید کو سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب تو پورے تصوف کی زور سے دعوت دینے اور عمل کرنے کے لئے فضاء سازگار ہوگئی ہے۔ ۱۳۸

یعنی اب تقیہ کا نقاب نوچ دو اور کھل کر سامنے آجاؤ۔ حالات پلٹا کھا چکے ہیں۔ جس طرح ہم فرعون حامان شداد کو کفار کا اولیاء اور لیڈر سمجھتے ہیں اسی طرح زکریا صاحب وحدت الوجودیوں کے لیڈر جنھوں نے رب کی ذات میں غیر کو شریک کردیا ہے کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ مشاہر اولیاء امت مثلاً ------ بایزید بسطامی (جو کہتے ہیں کہ ملکی اعظم من ملک اللہ میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے اسی طرح کہا "سبحانی ما اعظم شانی میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے۔ شمائم امدادیہ ص ۳۵) ------ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (جن کے بقول خالق و مخلوق میں فرق کرنا شرک ہے شمائم امدادیہ ص ۳۷) وغیرہ ۱۳۹

اسی طرح مولانا منظور نعمانی نے شاہ عبدالرسول کو بقول مولانا محمد میاں کے مشہور اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔ ۱۴۰ وہ لوگ جن کے ایسے گندے عقیدے ہوں ان کو یہ اولیاء شمار کرتے ہیں۔ اور جن کے ناموں سے شرک ٹپکتا ہو۔ وہ ولی اللہ بن بیٹھیں۔ وہ اسی لئے کہ ان کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب جو لکھ چکے ہیں "کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم (الآیتہ)

مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک جگہ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"ہوالظاہر کو بھی دھیان میں لائے یعنی اس سے یہ تصور بندھ جائے کہ طالب کے ظاہر و باطن میں وہی ذات پاک اللہ ہی اللہ ہے اتنی بات جب قابو میں آجائے تو کبھی کبھی خیال کرے کہ جس طرح عالم اصغر (انسانی جسم) کے اندر و باہر اسی ذات کا ظہور ہے۔ اسی طرح تمام مخلوقات کے ظاہر و باطن میں انہیں اسماء مبارکہ ھوالظاہر ہوالباطن کا جلوہ ہے۔ ۱۴۲

ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ (نقل کفر کفر نباشد)

اس کلام اور حاجی امداد اللہ کے بیان میں کوئی فرق نہیں۔

جیسا کہ حاجی صاحب لکھتے ہیں انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق ۱۴۳ تفصیل کے لئے پڑھئے۔ (دیو بندیت از سید طالب الرحمن)

اسی طرح زکریا صاحب مشہور وحدت الوجودیہ منصور حلاج کے بارے میں فرماتے ہیں۔

دی گئی منصور کو پھانسی ادب کے ترک پر
تھا انا الحق۔ حق مگر اک لفظ گستاخانہ تھا ۱۴۴

اسی طرح زکریا صاحب قاسم نانا توی کا کلام پیش کرتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار۔ ۱۴۵

یعنی نبیؐ پر حجاب بشریت تھا اندر سے کچھ اور تھے جسے اللہ ہی جانتے ہیں۔

ایک جگہ زکریا صاحب کے مرید خاص صوفی اقبال لکھتے ہیں۔

عشق و معشوق عاشق اک کہہ کر
سر وحدت سمجھا دیا کس نے ۱۴۶

یہ وہی وحدت الوجود کا مرض ہے جس میں ان کے بڑے ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایک موقع پر زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک بزرگ نے کسی سے کہا کہ تم بایزید کی صحبت میں رہا کرو اس نے جواب دیا کہ میں تو خدا کی صحبت میں رہتا ہوں (یعنی ذکر اللہ کرتا ہوں) اس بزرگ نے فرمایا کہ

بایزید کی صحبت تمہارے لئے خدا کی صحبت سے اچھی ہے۔۱۴۷ یعنی بے واسطہ فیض حاصل کرنے کی بجائے بالواسطہ بہتر ہے۔

ایک اور جگہ مولانا زکریا صاحب فضائل صدقات میں اس سے واضح الفاظ میں عقیدہ وحدت الوجود کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحدت الوجود کا عروج

"اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے نمونے کے لئے لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اپنے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مراتبہ، کی خدمت میں لکھا جو مکاتیب رشیدیہ میں بھی طبع ہو چکا ہے (خط کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں) پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں، اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے۔ اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔

استغفر اللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵٦)

سوچیئے عیسائی عیسیٰؑ کو رب کا حصہ بنا کر مشرک، یہودی عزیزؑ کو رب کا بیٹا بنا کر مشرک اور بریلوی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "نور من نور اللہ" سمجھ کر مشرک لیکن تبلیغی جماعت والے دیوبندی عالم کو "تیرا ہی ظل" تیرا ہی وجود۔۔۔۔۔۔ جو میں وہ تو۔۔۔۔۔۔ میں اور تو خود شرک در شرک" سمجھ کر موحد کے موحد اور توحید کے ٹھیکیدار۔ کیا یہ شرک فی الذات نہیں۔ ایک جگہ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ خدا یاد آوے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے، نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی (اکابر علماء دیوبند ص ۱۰۴) تبلیغی جماعت والے اسی لئے لاالہ الااللہ کا ترجمہ "اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں" کرنے کی بجائے ہر تقریر میں یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر سے کچھ نہ ہونے کا یقین۔

مرنے کا وقت اور سرزمین کا علم

جس طرح بریلوی بزرگوں کے مرنے کے قائل نہیں اسی طرح تبلیغی جماعت والے بھی اسی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے نصاب میں اس قسم کے من گھڑت واقعات کثرت سے ہیں کہ ان کو سن کر ایک شخص نہ چاہتے ہوئے بھی بریلوی ذہن بنا لیتا ہے۔ مثلاً حضرت زکریا صاحب لکھتے ہیں "شیخ ابو یعقوب سنوسی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا۔ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا۔ طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔ (فضائل صدقات ص ۶۵۸) (موت کی یاد ص ۴۶)

اس ایک ہی واقعے میں شرک کے کتنے عقائد کو تسلیم کر لیا گیا۔ پہلے پیر تو کجا مرید کے بارے میں علم غیب کو تسلیم کیا گیا کہ اس نے اللہ کے غیوب میں نقب لگا کر معلوم کر لیا کہ اس کی موت کس دن آئے گی اور وقت کون سا ہوگا۔ وہ نوشتہ پڑھ لیا جو فرشتے اس وقت لکھتے ہیں۔ جبکہ وہ اس دنیا میں آیا تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح قبر میں رکھتے ہوئے آنکھیں کھولنا۔ کیا اس وقت ان کے زندہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ تو پھر سوچیئے غسل کسی غیر سے کروانا کوئی زندہ کیسے برداشت کرتا ہے۔ کیونکہ شرم وحیا بھی تو ایمان کا حصہ ہے۔ اور پھر جان بوجھ کر کندھوں پر سوار ہو کر لوگوں کو تکلیف دینا کہاں کی شریعت ہے اور نمازیوں سے اپنے حق میں یہ دعا کروانا کہ اللہ ہمارے اس مردے کو بخش دے۔ کیا شریعت سے ٹھٹھہ نہیں حالانکہ وہ زندہ تھا۔ اور پھر آنکھیں کھولنے کے بعد قبر سے باہر نہ نکلنا خود کشی کے مترادف نہیں جو کہ اسلام میں حرام ہے اور پھر شیخ ابو یعقوب سنوسی کے مرید کے زندہ ہونے کے بعد بھی اسے زندہ دفن کر دینا قتل کے زمرے میں نہیں آتا جبکہ مومن کا قاتل جہنمی ہے حالانکہ قیامت کے دن تو ایک چھوٹی سی بچی

کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت (الآیۃ) کہ کس جرم کے بدلے زندہ در گور کیا گیا۔
کیا ان سوالوں کا کسی کے پاس کوئی جواب ہے۔

مردہ مگر زندہ

شیخ ابو یعقوب صاحب کے مرید تو قبر میں دفن ہونے کے وقت آنکھیں کھولتے ہیں۔ لیجیئے ایک بزرگ کے مرید تختہ غسل پر ہی پکڑنے اور چھوڑنے لگ گئے۔
"ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں۔ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ (فضائل صدقات ۶۵۸) (موت کی یاد ص ۴۶)

لگتا ہے اس مرید میں شرم وحیا کا مادہ تھا۔ اسیلئے انگوٹھا پکڑ لیا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن معلوم نہیں پھر خود کیوں نہ نہائے اور نہلانے والا کو زدو کوب کرنے کی بجائے اس کا پکڑا ہوا انگوٹھا تک چھوڑ دیا۔ اس بیان میں جھوٹ موٹ مرنے والے کو یہ بیان داغنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کہ میں زندہ ہوں بلکہ نہلانے والے نے خود بتلا دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں۔ کوئی ان سے اس وقت یہ پوچھنے والا نہ تھا کہ پھر اس کو نہلا کیوں رہے ہو۔ اور پھر خود ہی منتقل کیوں نہیں ہو جاتے کیا چلنے پھرنے کی طاقت نہیں صرف انگوٹھے پکڑنے ہی کی سکت ہے۔ اور پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل ہونے کی ضرورت پیش کیوں آئی اور اتنے دن قید خانے میں (الدنیا سجن المومن الحدیث) (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے) کیوں مقید رہے۔ کوئی ہے تبلیغی جماعت کا عالم جو اس گتھی کو سلجھائے۔

یہ تو بزرگوں کے مریدان کا حال تھا۔ لیجیئے بزرگوں کے والدین کا تذکرہ بھی سن لیں۔ شیخ ابن الجلاء مشہور بزرگ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے کسی کو ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی ایک اور بزرگ آئے انہوں نے

غسل دیا۔ (موت کی یاد ص ۴۶) (فضائل صدقات ص ۶۵۸)
معلوم نہیں وہ انتقال نامی کیا چیز ہے۔ شاید ڈیرے والوں کی طرح بمع روح کے نقل مکانی ہوگی۔ مرید نے تو انگوٹھا پکڑ کر شاید نہلانے سے منع کیا۔ لیکن بزرگ کے والد تو تختہ غسل پر پہنچتے ہی ہنسنا شروع ہوگئے۔ یہ مقام ہنسنے کا نہیں رونے کا تھا۔ کہ اب یہ لوگ ستر پوشی کی بجائے ستر کھول دیں گے۔ ہنسنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ شاید اس لئے ہنس رہے ہوں کہ نہلانے والے کتنے بیوقوف ہیں۔ کہ میں زندہ ہوں اور یہ مجھے مردہ سمجھ کر نہلا رہے ہیں۔ پھر تو ان بزرگ کے والد صاحب آنکھ مار کر گھر والوں کے رونے پیٹنے کو بند کروا دیتے کہ خاموش رہو میں تو ڈرامہ رچا رہا ہوں۔ صرف لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے اور وہ مل گیا۔ یہ لوگ تو ڈر کر چلے گئے۔ تو دوسرے بزرگ آگئے اب ان سے کیوں نہائے۔ شاید لنگوٹی یار ہوں بچپنے کے۔ ان سے ستر پوشی کیسی۔
اگر اس قسم کی خرافات پڑھتے پڑھتے چڑچڑا پن پیدا نہیں ہوگیا تو ذرا یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے
"ابو سعید خزار کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا۔ دروازہ سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے پڑا دیکھا۔ میں جو اس کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اور کہنے لگا ابو سعید تمہیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے۔ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ (فضائل صدقات ص ۶۶۹)

مردے کی وجاہت

"ابو علی روز باری کہتے ہیں۔ کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن بہت خستہ حال پرانے کپڑے پہنے آیا کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں غریب مر جائے۔ میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ اندر آجا اور جہاں جا ہے پڑ کے مر جا۔ وہ اندر آیا اور وضو کی چند رکعت نماز پڑھی اور لیٹ کر مر گیا۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور جب دفن کرنے لگا۔ تو خیال آیا۔ کہ اس کے منہ سے کفن ہٹا کر

اس کا منہ زمین پر رکھ دوں۔ تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس کی غربت پر رحم فرمائے۔ میں نے اس کا منہ کھولا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے۔ کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔ (فضائل صدقات ص ٦٦٧) (موت کی یاد ص ٥٦)

دیکھ لیا آپ نے کیسے سوچ سمجھے منصوبے کے تحت مرتے ہیں پہلے جگہ پوچھتے ہیں کہ یہ جگہ پاک ہے اور پھر نماز پڑھتے ہیں اسی طرح موت کے مقرر وقت جسے قرآن "اجل مسمیٰ" کہتا ہے اس کے علم کے ساتھ ساتھ سرزمین موت کا علم بھی ہو گیا جس کا رب مخلوق کے لئے نفی کر رہا ہے۔ (وما تدری نفس بای ارض تموت (الآیۃ) کہ کوئی شخص بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔")

اور پھر جب دفن کرتے وقت اس کا منہ کھولا اس نے آنکھیں کھول دیں۔ حیرت زدہ ہو کر جب انہوں نے اس زندگی کا پوچھا تو فرما دیا کہ صرف میں ہی نہیں اللہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔ کہاں گئی رب کی یہ بات۔

کل نفس ذائقۃ الموت۔ (الآیۃ)

کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس آیت کا کیا کیا جائے جس میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کل شی ھالک الا وجھہ، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے رب کی ذات کے اس آیت کی کیا تاویل کی جائے گی جس میں یہ ارشاد ہوا۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فھم الخلدون (الآیۃ)

اے نبیؐ ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ ہمیشہ زندہ نہیں رکھا اگر آپ کو موت آئی تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اگر قرآن کی کوئی یہ تاویل کرے کہ اس میں سے عاشق بھی مستثنیٰ ہیں۔ تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبیؐ ان عاشقین کی لسٹ میں نہیں آتے کہ جو زندہ رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ خاص کر محمدؐ کے بارے میں ہی فرماتا ہے۔ "انک میت وانھم میتون (الآیۃ) اے نبی تو بھی فوت ہونے والا ہے اور یہ بھی۔ اور جگہ یوں فرمایا۔

وما محمد الارسول قد خلت من قبلہ الرسل فان مات اوقتل

(الآیتہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزرے اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں۔

یہاں تو جب مرید بزرگ کا انگوٹھا پکڑتا ہے تو بزرگ یہ کہہ کر چھڑا لیتا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تو زندہ ہیں۔ لیکن وہاں نبیؐ کے بعد کائنات میں سب سے افضل اپنے پیر و مرشد کے بارے میں اعلان کر رہا ہے "فان محمداً قدمات" بے شک محمدؐ وفات پا چکے ہیں۔ یہاں تو مرنے والے کبھی بول پڑتے ہیں۔ کبھی ہنس پڑتے ہیں اور کبھی انگوٹھے پکڑ لیتے ہیں۔ اور کبھی آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ لیکن وہاں تو امام الانبیاء نے ایک دفعہ بھی نہ بول کر نہ آنکھیں کھول کر نہ ہنس کر اور نہ ہی حضرت فاطمہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر انہیں دلاسا دلایا جبکہ ان کی زبان یہ کلمات ادا کر رہی تھی "یاابتاہ" اے ابا۔ حضرت فاطمہؓ چھ مہینے تک زندہ رہیں لیکن کسی نے ان کو مسکراتے تک نہ دیکھا جس واقعے نے ان کے چہروں سے مسکراہٹ تک چھین لی لیکن ان کو یہ عقیدہ معلوم نہ ہو سکا کہ اللہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔ "یاللعجب" بریلوی تو حیات النبی اور اولیاء کی حیات کے قائل ہونے کی وجہ سے مشرک اور یہ ہر عاشق کے قائل ہوں تو مواحد تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ اور تعجب اس فقیر پر بھی ہے کہ کیسے دھڑلے سے یہ بات کہتا ہے کہ میں کل قیامت کے دن اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا" جس دن انبیاء اللہ کے سامنے سفارش کے لئے نہ جا سکیں گے۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن یہ فقیر اپنی وجاہت سے مدد کرے گا جبکہ خدا کا یہ اعلان ہو رہا ہوگا۔

لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار (الآیتہ)

یہ تو مدد کرے گا اور اللہ یہ کہتا ہے۔

"من یشفع عندہ الا باذنہٖ (الآیتہ)

اللہ کی اجازت کے بغیر کون ہے جو سفارش کرے یہ حضرت تو مدد کریں گے۔ اور رب یہ کہتا ہے کہ کوئی بولنے کی جرأت نہ کرے گا۔

يوم يقوم الروح والملٰئكة صفاً لايتكلمون الامن اذن له الرحمن وقال صوابا (الآیتہ)

جس دن فرشتے اور جبرئیل صف باندھے کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کر سکے گا مگر جس کو رب اجازت دے اور وہ بات بھی صحیح کرے گا۔

"قبر والے زندہ ہوتے ہیں اور دنیا والے مردہ" اسی کہانی پر مبنی ایک واقعہ سنیئے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

مردہ زندہ اور زندہ مردہ

"شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب لوگ ان کو دفن کر چکے۔ تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی، شیخ نجم الدین ہنسنے لگے۔ اور ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہ تھی۔ بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، تو شیخ نے جھڑک دیا کئی دن بعد فرمایا۔ کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنے والا قبر پر تلقین کے لئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے سنا۔ دیکھو جی حیرت کی بات ہے ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے"

اس واقعہ پر ذرا زکریا صاحب کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۱۴۸ یعنی قبر والے زندہ اور دنیا والے مردہ۔ عجب دستور ہے تیری اس تحریک کا۔ اسی طریقے سے اللہ کے علاوہ کسی انسان کو علم نہیں کہ وہ کب مرے گا لیکن تبلیغیوں کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے اس بارے میں بھی انکا عقیدہ سن لیں

مرنے کا علم

"ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نورباف کے ساتھ کئی سال رہا۔ انہوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مروں گا۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا۔ بھول نہ جانا۔ لیکن میں بھول

گیا۔ جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی۔ میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں راستے میں لوگ ملے جو ان کے گھر سے واپس آرہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہوں گے۔ مگر میں ان کے گھر پہنچ گیا میں نے وہاں جا کر ان کے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے۔ بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب ان کو غشی سی ہوئی۔ اس کے بعد ذرا افاقہ سا ہوا تو گھر کے ایک کونے کی طرف منہ کر کے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے۔ لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا۔ اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائے گا۔ اس لئے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں اس کو پورا کر لوں۔ جس کا مجھے حکم ہے اس کے بعد انہوں نے پانی منگایا تازہ وضو کیا نماز پڑھی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے۔ اور چل دیئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے بس یہ نہ پوچھ تمہاری سڑی ہوئی بودار دنیا سے خلاصی مل گئی۔ (فضائل صدقات عکسی ۶۶۸ حصہ دوم) (موت کی یاد ص ۵۷) صرف مرنے اور دفن ہونے کا علم نہیں۔ بلکہ فرشتوں کو یہ حکم سنا رہے ہیں کہ رک جاؤ تھوڑی دیر کے لئے جبکہ اللہ فرماتا ہے۔

اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون (الآيتہ)

جب ان کی موت کا وقت آگیا تو ایک لمحے کے لئے نہ آگے ہو سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے یہاں پر تازہ پانی منگوا کر بڑے مزے سے وضو کیا نماز پڑھی اور آرام سے پاؤں پسارے اور چل دیئے کیا غضب کی منصوبہ بندی ہے۔ ایک اسی قسم کا واقعہ اور سن لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

"ہمارے اکابر میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی کے صاحبزادہ حافظ محمد یوسف صاحب بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے۔ ان کے تصرفات اور زود اثر تعویزوں کے بہت قصے میں نے اپنے اکابر سے جنہوں نے ان کی زیارت کی اور ان کے تصرفات دیکھے بکثرت سنے ہیں یہ قصہ میں نے اپنے ماموں مولوی محمود

صاحب رامپوری سے سنا ہے۔ کہ انہوں نے انتقال سے ایک دن قبل مولوی محمود صاحب سے فرمایا کہ ہمیں بہت سے چٹکلے معلوم ہیں ایک تمہیں بھی بتا دیں گے گھر بیٹھے دو سو روپیہ ماہوار ملتے رہیں گے۔ کسی وقت پوچھ لینا میں نے کہا بہتر ہے خیال کیا کہ کسی دن فرصت کی وقت پوچھ لوں گا۔ شام کو عصر کی نماز کے وقت جب تکبیر ہو رہی تھی۔ صف سے ذرا منہ آگے نکال کر میری طرف چپکے سے اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ وہ بات یاد رکھنا پھر ہم چلے جائیں گے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا وقت اس کا تھا۔ دوسرے دن صبح کو دیوبند وغیرہ متعدد جگہ احباب کو خطوط لکھوائے جس میں مختلف امور کے ساتھ یہ لفظ بھی تھا۔ کہ میرا آج سفر کا ارادہ ہے۔ ہم لوگ یہ سمجھتے رہے کہ اکثر بھوپال قیام رہتا ہے۔ وہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہوگا یا کہیں اور رعب کی وجہ سے ہر شخص ہر وقت بات کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اگرچہ طبع مبارک میں مزاح بیحد تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جلال بھی بہت تھا۔ شام کو عصر کی نماز پڑھ کر جب ہم سب گھر کی طرف چلے وہ اکثر اوقات مسجد میں ہی تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس لئے مسجد میں رہ گئے۔ چند ہی قدم باہر چلے تھے کہ ایک شخص پیچھے سے دوڑا ہوا آیا کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے۔ (فضائل حج عکسی ص ۱۰۴۶) دیکھا صاحب تصرف کا تصرف کہ گھر بیٹھے۔ ۲۰۰ روپے ماہوار ملتا پھر موت کا آنا، وقت معلوم ہونا۔ معلوم نہیں موت بھی اپنے تصرف سے ہی نہ آئی ہو۔ "ان ھذا لشئی عجاب

موت آنے کا علم پہلے سے ہو گیا اس عقیدے پر مبنی ایک واقعہ سنیئے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے "شیخ محمد بن اسلم طوسی نے انتقال سے چار دن پہلے فرمایا کہ آؤ تمہیں خوشخبری سناؤں کہ تمہارے ساتھی کے (یعنی میرے) ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے کس قدر احسان کیا کہ میری موت کا وقت آگیا۔۔۔۔ (وصیت) فرما کر چوتھے دن انتقال ہو گیا۔ ۱۴۹

زکریا صاحب اسی طرح حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی کا وہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس میں وہ ایک عیسائی لڑکی کی زلف کے اسیر ہو گئے اور اس لڑکی کی شیخ سے

جدائی کی وجہ سے یہ حالت ہوگئی نہ بھوک رہی نہ پیاس نیند تو کہاں بے چینی اور بے قراری اپنی حد کو پہنچ گئی آخرکار خضرؑ اس لڑکی کو شیخ صاحب کے پاس پہنچاتے ہیں اور شیخ صاحب اسے عبادت کرنے کا حکم دیتے ہیں اور محنت کر کے موت کی دہلیز تک جا پہنچتی ہے۔ آگے کے الفاظ زکریا صاحب سے سنیں۔

عاشق و معشوق کی موت

"آخر شیخ کو بلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس ہو جائیں۔ شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے۔ جان بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں۔ آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے۔ مگر ضعف سے بولنے کی اجازت نہیں۔ لیکن اس کی زبان بے زبانی یہ کہہ رہی ہے۔

دم آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر۔ سدا پھر دیدہ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر لڑکھڑائی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا "السلام علیکم" شیخ (شفقت آمیز آواز سے) تم گھبراؤ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہو کر خاموش ہوگئی۔ اور اب یہ خاموشی ممتد ہوئی کہ یہ مہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹے گی۔ اس پر کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔

شیخ اس کی وفات پر آبدیدہ ہیں مگر ان کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی۔ حضرت شبلی کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد شیخ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پرفضاء باغ میں مقیم ہیں اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا یہی لڑکی ہے۔ اور اب وہ دونوں ابد الآباد جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش و خرم ہیں۔ ١٥٠

دیکھا آپ نے وعدہ کہ ہم عنقریب جنت میں ملیں گے کیسے وفا کیا کہ اس کے

مرتے ہی چند روز میں خود بھی اس کے پیچھے کوچ کر گئے۔ عنقریب کا جو وعدہ تھا۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ ایک تو شیخ صاحب کا یہ علم تھا کہ میں بھی عنقریب مرنے والا ہوں اور دوسرا یہ علم تھا کہ ہم دونوں جنت میں بھی جانے والے ہیں اور شادی رچانے والے ہیں۔

ایک تیر میں دو شکار۔ پھر زکریا صاحب کا قلم اس واقعے کے بعد پتہ ہے کیا لکھتا ہے؟

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

یہ اس واقعے کی سچائی پر مہر ہے زکریا صاحب کی طرف سے۔ جس واقعہ میں عالم الغیب اللہ کی بجائے غیر اللہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور شیخ صاحب آخر نامحرم ہونے کے باوجود اس لڑکی کو دیکھنے کیوں گئے یہ کونسی شریعت میں جائز ہے۔ اور اس لڑکی نے آپ کو کیوں بلایا۔ یہ عشق و معشوقی کے چکر اور ولایت کے دعویدار۔ لیجیئے مرضی کی موت کا ایک واقعہ سنیئے۔ مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن کا مکالمہ۔

مرضی کی موت

حضرت جی (مولانا محمد یوسف) بس بھائی ہمارا کام ختم ہو گیا اب رہنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب۔ نہیں ابھی کام باقی ہے۔۔۔۔۔۔

حضرت جی۔ اچھا میری عمر کیا ہو گی؟

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب۔ اڑتالیس سال۔

حضرت جی۔ بس اڑتالیس سال ہی کافی ہے۔

حضرت مولانا۔ نہیں ابھی رہنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔

حضرت جی۔ ہماری تو اڑتالیس ہی کافی ہے۔

قریشی اور مفتی صاحبان نے عرض کیا ایسی جلدی کیا ہے۔ مرنا تو سب کو ہی ہے لیکن ابھی کام باقی ہے۔ اس لئے آپ کی ابھی ضرورت باقی ہے۔

حضرت جی۔ اچھا مشورہ کر کے بتاؤ میں کتنے دن اور زندہ رہوں۔

حضرت مولانا۔ اگر یہ مشورہ کی بات ہوتی تو سب ہی مشورہ کر کے طے کر لیتے۔

اپنی اپنی باری پر سب چلے جاتے ہیں۔

حضرت جی۔ بس تو ہمارے لیئے اڑتالیس سال ہی کافی ہیں۔ پالیسی مکمل ہو چکی اب تو جو زندہ رہے گا کام کرے گا۔ میرے زندہ رہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔

اصل یہ ہی ہے کہ ہماری منزل ہی پوری ہو چکی۔۔۔۔۔۔

لہذا سچ مچ اگلے دن حضرت جی اس دار فانی سے دار البقاء کو رحلت فرما چکے ۱۵۱ دیکھا کیسی منصوبہ بندی ہے کہ اب ہماری منزل پوری ہو چکی ہے اور چونکہ پالیسی مکمل ہے لہذا زندہ رہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو کہتے ہیں موت کا علم موت سے پہلے۔

انسان جب دار فانی سے کوچ کرتا ہے تو اس کی اگلی منزل برزخ ہوتی ہے۔ جس کا تذکرہ اللہ یوں کرتا ہے۔ ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون (الآیۃ) اور ان کے پیچھے قیامت تک برزخ ہے۔

برزخ ایسا جہان ہے جہاں کی زندگی کا تعلق دنیا سے نہیں ہوتا۔ یعنی انسان اور جن اس برزخی زندگی کو نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی سن سکتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

اگر میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تمہیں سنا دے تو تم قبر میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ یعنی صحابہؓ بھی کامل ولی ہونے کے باوجود اس برزخی زندگی کے بھید کو نہ پا سکے۔ لیکن تبلیغی بھائیوں کے نزدیک برزخی زندگی کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے۔ اور برزخی زندگی والا انسان دنیاوی لحاظ سے زندہ رہتا ہے۔ جیسا کہ یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

برزخ کی اطلاع

"ابو سنان کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا۔ جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا

چپ ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ (ثابت) صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔ ۱۵۲

اسی طرح زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک بزرگ کی خواہش تھی کہ قبر میں مجھے تلاوت کا موقعہ ملے چنانچہ ان کی قبر سے تلاوت کی آواز سنی گئی۔ ۱۵۳

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں۔ "میں ہر نماز کے وقت اذان اور تکبیر کی آواز منبر شریف میں سے سنا کرتا تھا ۱۵۴

ثابت ہوتا ہے کہ محمدؐ ابوبکرؓ عمرؓ کے ساتھ باجماعت نماز کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہ تمام باتیں مردوں کے نہ مرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کی دنیاوی زندگی کا ثبوت ہے۔ یہ سب کچھ کیا یہ ظاہر نہیں کرتا مردے واقعی زندہ کی طرح ہیں۔ جیسا کہ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے۔ مفتی عزیزالرحمن صاحب لکھتے ہیں۔

"ایک صاحب (جو حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے معتقد تھے) نے ایک دفعہ حضرت گنگوہی کے مزار پر مراقبہ کیا تو دیکھا کہ حضرت گنگوہی "الکوکب الدری" کا مطالعہ فرما رہے ہیں ۱۵۵

علم غیب کا پردہ چاک کیا جو صحابہؓ کی استطاعت سے بھی باہر تھا۔ اور دنیا کی کتابیں قبر میں پہنچا کر ثابت کر دیا کہ بریلویوں کا ختم والا سلسلہ صحیح ہے کیونکہ چیزیں قبر میں پہنچ سکتی ہیں۔ زکریا صاحب ایک اور ایمان شکن واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

مردے سے گفتگو

"ایک بزرگ جو میرے والد کے دوست اور مخلص خدام میں تھے جو بڑے صاحب کشف تھے۔ کشف قبور میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ والد صاحب کے انتقال کے دوسرے دن ان کی قبر پر حاضر ہوئے، والد صاحب نے ان سے تین باتیں فرمائیں۔

۱۔ والد صاحب کے مخالفین بہت تھے۔ فرمایا کہ مولوی زکریا سے کہدیجیئے کہ ان کی فکر نہ کرو۔ یہ خود اپنا نقصان اٹھائیں گے۔

۲- والد صاحب پر قرض بہت تھا، اس کے مانگنے والے بہت تھے- والد صاحب نے فرمایا، کہ اس کی فکر نہ کرو (الحمد للہ سب ادا ہو گیا)

۳- بزرگوں سے ڈرتے رہنا، ان کی الٹی بھی سیدھی "ہوتی ہیں ۱۵۶

کیا یہ قرآن کی اس آیت کا مذاق اڑانا نہیں کہ

"وما يستوى الاحياء ولاالاموات (الآيته)

کہ مردہ اور زندہ برابر نہیں- لیکن یہاں کسر کونسی رہ گئی ہے- بلکہ نصیحت کی وجہ سے مردہ نمبر لے گیا- زکریا صاحب قبر کے حالات کا چشم دید واقعہ ذکر کرتے ہیں-

کفن چور کو مردے کی دھمکی

"ایک کفن چور تھا- وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا- اس نے ایک قبر کھودی- تو اس نے ایک شخص کو اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا- قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا اور وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں- اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی- کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا- لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش آیا- لوگوں نے قصہ پوچھا اس نے سارا حال سنایا- بعض لوگوں نے اس قبر کو دیکھنے کی تمنا کی اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے- اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لیجا کر قبر دکھاؤں- رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں- اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کریگا اس نے عہد کیا کہ نہیں بتلاؤں گا- ۱۵۷

ایک ہی واقع میں عقیدے کی بے شمار خرابیاں سماعت فرمائیں-

(۱) کفن چور کی بات پر اتنا ایمان کہ نبیؐ کی بات کو ٹھکرا دیا- کیونکہ نبیؐ نے فرمایا قبر میں مردے پر صبح شام جنت دوزخ پیش کی جاتی ہے- (مشکوٰۃ) اور یہاں تخت بھی ہے اور نہر بھی جاری ہے-

آپ نے فرمایا جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے- اور یہاں اسے جنت میں پہنچا دیا گیا ہے-

فرشتے سوال و جواب کے بعد نیک آدمی کو کہتے ہیں۔
نم کنومۃ العروس (مشکوٰۃ) ایسے سو جا جیسے دلہن سوتی ہے اور یہاں اسے قرآن پڑھتا دکھلایا گیا۔

(۲) بزرگ کا خواب میں آکر یہ دھمکی دینا کہ اگر قبر بتلائی تو آفات میں پھنس جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بزرگ نے یہ اسی لیے کہا کہ تمام لوگ قبر کے عذاب و ثواب پر مطلع نہ ہو جائیں جبکہ نبیؐ کے معجزے کے علاوہ کوئی ولی بھی قبر کے عذاب و ثواب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

(۳) اور پھر صاحب قبر کو تکالیف دینے والا تسلیم کیا ہے۔ کہ مردہ زندہ کو آفات میں پھنسائے۔ حالانکہ مشکل ڈالنے اور دور کرنے والا صرف اللہ ہے یہاں مردے کی طاقت کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ خود بخود قبر پر عقیدت سے سر جھک جاتا ہے۔ اور وہاں اس سے فریاد کرنے کو دل چاہتا ہے۔ جیسا کہ زکریا صاحب نے نبی کی قبر پر درخواست کی۔

"اسی طرح جب چالیس روز ہو گئے تو میں نے جا کر روضہ پاک پر عرض کیا کہ حضرت ہم میں کئی حج بدل پر آئے ہیں دشواری ہو رہی ہے چنانچہ شام کو ہمارے بدو کو ایک اونٹ مل گیا۔ ۱۵۸

فریادی کی نظر میں تو یہ صاحب قبر کی مشکل کشائی بنتی ہے۔
لیجیئے "اموات غیر احیاء" کی ایک اور مخالفت۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

مُردے کا قبر سے باہر دیکھنا

جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف جائے۔ تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ آنے والے کا کشف عطا فرمائے۔ تو دیکھنے میں سہولت رہے۔ اس لئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیٹی ہے۔ تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے اگر کوئی سرہانے کی جانب سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہے۔ ۱۵۹ ایک طرف میت کہنا اور دوسری طرف آنکھیں ملانا۔ یہ واقعہ تو میت کے دیکھنے کا تھا لیجیئے میت کا خواب میں مصافحہ کرنا اور اس کا اثر۔

مردے کی مہک

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بہت ہی نیک لڑکے کا انتقال ہوا رات خواب میں نظر آیا پوچھا کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا، کہا کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمائی ابراہیم کہتے ہیں "اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن راستہ میں سارے قافلے والے یہ کہتے تھے۔ کہ ابراہیم تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے۔ کہ کیسی خوشبو آرہی ہے۔ اور اس واقعے کے نقل کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ مرنے تک ابراہیم کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی۔ ۱۶۰

خواب کی دنیا کی کہانی تو سنی اب لیجیئے روحوں سے ملاقات زکریا صاحب یہ باب باندھ کر واقعہ لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام کے مزار (کا انکشاف)

حضرت تھانوی نے فرمایا، ہندوستان میں بھی بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزار ہیں "براس" جو ایک جگہ ہے۔ انبالہ سے آگے بنجارے کی سرائے اسٹیشن سے اتر کر وہاں ایک احاطہ ہے۔ اس میں مزار ہیں نشان کل قبروں کے نہیں۔ حضرت مجدد صاحب کو مکشوف ہوا کہ یہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزار ہیں۔ ہم بھی مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے ساتھ گئے تھے۔ مولانا نے مراقبہ کیا۔ ان حضرات کی ارواح سے ملاقات ہوئی گنتی میں تیرہ حضرات ہیں ان میں ایک باپ بیٹے بھی ہیں۔ باپ کا نام ابراہیم ہے۔ بیٹے کا نام حذر (نامعلوم بالضاد یا بالزال) مولانا نے ان سے بعثت کا زمانہ پوچھا تو ایک راجہ (کرن) کا نام لیا۔ تقریباً اب سے دو ہزار برس پہلے ۱۶۱ روحوں کی دنیا کی سیر کے بعد مٹی کے ڈھیر (قبر) سے گفتگو سنیئے زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

قبر کی گفتگو

"حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین آپ اس جنازے کے ولی تھے۔ آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دے دی۔ اور مجھ سے یوں کہا اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے تو نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں میں نے کہا ضرور بتا۔ اس نے کہا کہ میں ان کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں۔ وغیرہ وغیرہ

۱۶۲

یہ گفتگو صرف عمر بن عبدالعزیز کو ہی سنائی دی گئی یا کسی اور کو بھی اس واقعے کے راوی کون ہے۔ اسکی سند کیسی ہے یا یہ بے سند بات ہے۔ یہ مختلف سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں کوئی ہے جو ان سوالات کا جواب دے۔

اس طرح زکریا صاحب، فقیہ ابواللیث کا بیان کردہ واقعہ لکھتے ہیں۔

جنتی دوزخی کا علم

کہ ایک شخص نے ایک نیک خراسانی کے پاس امانت رکھی۔ خراسانی کا انتقال ہو گیا جب وہ شخص امانت لینے آیا تو علماء سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے یہ ترکیب بتلائی۔

"جب آدھی یا تہائی رات گزر جائے تو زمزم کے کنوئیں پر جا کر اس کا نام لے کر پکار کے اس سے دریافت کر اس نے تین دن تک ایسا ہی کیا۔ وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اس نے پھر جا کر ان علماء سے تذکرہ کیا انہوں نے انا للہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں تو یہ ڈر ہو گیا کہ شاید وہ جنتی نہ ہو تو فلاں جگہ جا۔ وہاں ایک وادی ہے جس کا نام برہوت ہے اس میں ایک کنواں ہے اس کنوئیں پر آواز دے اس نے ایسا ہی کیا۔ وہاں سے پہلی ہی آواز میں جواب ملا کہ تیرا مال ویسا ہی محفوظ ہے فلاں جگہ سے زمین کھود کر نکال لے ۱۶۳

دیکھا جنت اور دوزخ میں داخلہ پتہ کرنے کا آسان ترین طریقہ۔ اور قرآن سے تمسخر اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (الآیۃ) یہ مردہ ہیں زندہ نہیں ان مردوں کو تو اپنے اٹھائے جانے کا بھی علم نہیں کہاں تو اللہ کا یہ فرمان کہ انہیں اپنے اٹھائے جانے کا علم نہیں اور کہاں زکریا صاحب کا یہ عقیدہ کہ مردوں کو زندہ لوگوں کے اعمال تک کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ زکریا صاحب اس لڑکے کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جس کا عبادت کرتے ہوئے صرف بدمسخرہ رہ گیا تھا اور اس کے ساتھی عبادت کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوگئے جب اس کو عبادت میں کمی کا مشورہ دینے کے لئے محمد بن سماک آئے تو وہ کہنے لگا۔

"میرا عمل دن میں دو بار ان (مرے ہوئے ساتھیوں) پر ظاہر ہوتا ہوگا۔ وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ ۱۶۴

زکریا صاحب اس قسم کے واقعات و خواب اپنی کتاب میں ذکر کر کے تبلیغی جماعت کا یہ عقیدہ بنانا چاہتے ہیں کہ مردوں پر دنیا کے حالات واضح ہیں۔ چند واقعات اسی قسم کے سنیئے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں

مردوں کی حاضری

"بشر بن منصور کہتے ہیں کہ ایک آدمی قبرستان میں شام کے وقت (مغفرت کی) دعا روزانہ پڑھتے تھے ایک دن اتفاق سے اس دعا کو پڑھنے کی نوبت نہیں آئی ویسے ہی گھر آگئے۔ رات کو خواب میں بڑا مجمع قبرستان کے رہنے والوں کا آگیا۔ اور کہنے لگا کہ تم نے ہم کو اس کا عادی بنا دیا تھا کہ روزانہ شام کو تمہاری طرف سے ہمارے پاس ہدیہ آیا کرتا تھا۔ اس نے پوچھا کیسا ہدیہ وہ کہنے لگے کہ تم جو دعا روزانہ شام کو کیا کرتے تھے وہ ہمارے پاس ہدیہ بن کر پہنچتی تھی۔ وہ شخص کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے کبھی اس دعا کو ترک نہیں کیا۔ ۱۶۵

۲۔ ایک نیک عورت مر گئی اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا۔ اور اس کے لئے اور سب قبرستان والوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں کو

خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا کیا حال ہے ماں نے جواب دیا۔ خوب مزے میں ہوں۔ لڑکے نے پوچھا کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو اس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قران پاک پڑھتا ہے۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں۔ کہ تیرا بیٹا آگیا۔ وہ لڑکا کہتا ہے۔ ایک دن خواب میں بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا اس قبرستان والوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے آیا۔ کہ تم جو ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لئے دعا مغفرت کرتے ہو اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔

۱۶۶

۳۔ ایک اور عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مردے ان میں سے باہر نکل کر زمین پر سے وہ صدقہ دعا چن رہے ہیں جو لوگ اس قبرستان والوں کو بھیجتے تھے۔ ایک شخص فارغ بیٹھا ہے اور کچھ نہیں چنتا۔ میں نے کہا تم کیوں نہیں چنتے اس نے مجھے کہا۔ مجھے اس وجہ سے استغناء ہے کہ میرا لڑکا مجھے روزانہ ایک قرآن پڑھ کر بخشتا ہے۔ ایک عرصے کے بعد میں نے پھر اس شخص کو بھی چنتے دیکھا۔ میری آنکھ کھل گئی مجھے اس پر تعجب ہوا تحقیق کی تو معلوم ہوا لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے۔ ۱۶۷

حضرت صالح مری فرماتے ہیں۔ کہ میں راستے میں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں مردے ان سے نکل کر ہنسی خوشی کی باتیں کر رہے ہیں۔ قبر سے ایک مغموم نوجوان نکل کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ فرشتے اترے ان کے ہاتھوں میں دستر خوان تھے، ہر شخص خوان لیتا اور اپنی قبر میں چلا جاتا یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا تو میں نے پوچھا کہ تم اس قدر غمگین کیوں ہو۔ اور یہ خوان کیسے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ خوان ان ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرا سوائے والدہ کے کوئی نہیں اس نے نئی شادی کر لی اور وہ خاوند میں مشغول رہتی ہے۔ میں نے اس کی والدہ کا پتہ پوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو

پردے کے پیچھے بلایا اور یہ واقعہ سنایا۔ اس عورت نے کہا بیشک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا میری گود اس کا بستر تھی اس کے بعد اس عورت نے ایک ہزار دینار صدقہ کو دیئے اور کہا کہ آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقہ سے یاد رکھوں گی کبھی نہ بھولوں گی۔

حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا وہ میری طرف دوڑا ہوا آیا۔ اور کہنے لگا کہ صالح حق تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔ ۱۶۸

یہی بات تو بریلوی کہتے ہیں۔ کہ برخودار تمہارے باپ کی روح میرے پاس آئی تھی۔ بھوکا ننگا تھا کچھ صدقہ کرو۔ کچھ خشک میوہ کوئی بہترین سوٹ بوٹ مجھے دو۔ مولوی کا منہ لیٹر بکس ہے اس میں ڈالو تو مردے کو مل جائے گا۔ یہی بات زکریا صاحب نے ثابت کر دی اور بریلویوں کے لئے ان خرافات پر عمل کرنے کی راہیں کھول دیں۔ یہ روحوں کا تبلیغی جماعت کے خواب میں آنا اور بریلویوں کی روحوں کا ہر جمعرات کو گھر آنا۔ اسی طرح ایک حضرت صاحب ایک بیوہ کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے شوہر نامدار رات کو میرے پاس آئے تھے کچھ مانگ رہے تھے کچھ صدقہ خیرات دو۔ عورت کہنے لگی۔ بڑے بے وفا ہیں میرے خاوند۔ جب زندہ تھے۔ تو رات کو میرے پاس آتے تھے۔ اور مرنے کے بعد تمہارے پاس آنے لگ گئے۔ وہ میرے پاس کیوں نہیں آجاتے۔ تاکہ میں کچھ دے دوں۔ اور بریلویون کی حوصلہ افزائی زکریا صاحب کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں۔ "اکابر کے لئے ایصال ثواب ضرور کیا کرو اس سے ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں اور ان کے فیوض و برکات ملتے ہیں ۱۶۹

صرف ایصال ثواب قرآن سے کیوں۔ رنگارنگ کے کھانوں سے کیوں نہ ہو۔ اور پھر صرف روحوں کے فیوض و برکات ہی نہیں بلکہ مزاروں کے فیوض برکات بھی ہیں۔ جیسا کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب زکریا صاحب کے حالات قلمبند کرتے ہوئے مزاروں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "آج بھی ان کے مزارات سے فیوضات

کے چشمے بہہ رہے ہیں" ۱۷۰

ایک جگہ لکھتے ہیں "بستی سے غربی جانب آپ کا مزار اور خانقاہ اب بھی منبع فیوض و برکات بنا ہوا ہے"۔ ۱۷۱

نبیؐ کا قبر میں سننا

اس کے علاوہ بریلویوں کی طرح تبلیغی جماعت والے نبی کو قبر میں زندہ سمجھتے ہیں۔ اور بریلویوں کی طرح ان کا سہارا بھی موضوع احادیث ہیں۔ چنانچہ زکریا صاحب بھی یہ موضوع حدیث "من صلی علی عند قبری سمعتہ (راوہ البیہقی) پیش کر کے لکھتے ہیں۔ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں ------- اور یہ تو محقق ہے کہ حضورؐ ان کا سلام سن رہے ہیں۱۷۲۔ حالانکہ اس حدیث کو الشیخ ناصر الدین البانی نے موضوع کہا ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث رقم ۲۰۳)

صاحب الصارم المنکی فرماتے ہیں۔

هذا الحديث موضوع ليس له اصل (الصارم المنكى ص ۲۸۳)

یہ موضوع حدیث ہے اس کا اصل نہیں۔

اسی طرح امام عقیلی نے بھی یہی کہا لا اصل لہ، (کتاب الضعفاء الکبیر ص ۱۳۷)

ابن الجوزی فرماتے ہیں لایصح (کتاب الموضوعات ۳۰۳/۱) یہ صحیح نہیں کیونکہ اسمیں محمد بن مروان کذاب راوی آتا ہے (میزان الاعتدال ۳۲/۴، تہذیب التہذیب ۲۳۷/۹)

اور اس روایت میں عبدالرحمن بن احمد الاعرج مجہول الحال ہے۔

اس من گھڑت حدیث پر زکریا صاحب نے عقیدے کی بنیاد رکھ لی (سبحان اللہ)

اسی طرح ایک اور روایت پیش کرتے ہیں۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ ۱۷۳

امام ذھبی اس حدیث کو پیش کر کے فرماتے ہیں خبر منکر (میزان الاعتدال ۴۶۰/۱) یہ حدیث منکر ہے۔

اس طرح زکریا صاحب کے نزدیک نبی سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں۔ "کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام کرتا ہے۔ تو اللہ جل شانہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابو داوَد) ۱۷۴

حالانکہ اس حدیث کو یزید بن عبداللہ بن قیسط حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت ابوہریرہ کو دیکھا ہی نہیں (القول البدیع ص ۱۵۶) اور پھر اس کے بارے میں ابوحاتم "لیس بقوی" کہتے ہیں تہذیب التہذیب ۲۷۴/۹ اسی حدیث کی تشریح میں زکریا صاحب یہ واقعہ لے کر آئے ہیں۔ کہ

قبر سے وعلیکم السلام

"ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغ پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی ۱۷۵ اسی طرح اللہ کے رسول کو حاضری کی بھی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے زکریا صاحب نبیؐ کی قبر اور عام قبور پر جانے کا یہ طریقہ بتلاتے ہیں۔

"جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف سے جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ سبحانہ آنے والے کا کشف عطا فرمائے۔ تو دیکھنے میں سہولت رہے اس لئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیتی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے اگر کوئی سرہانے کی جانب سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہے (فتح القدیر) ۱۷۶

اسی طرح نبیؐ کو درود پڑھنے والے کا نام بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

اعمال امت نبیؐ پر پیش ہونا

"پس تو بھی او مخاطب اپنے پاک نبی کا ذکر خوبیوں کے ساتھ کرتا رہا کر تیرا درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضور کی قبر اطہر میں پہنچتا ہے۔ اور تیرا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ۱۷۸ اور بقول الیاس صاحب کے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ جو جتنا دین پھیلائے گا اتنا ہی وہ خوش ہوں گے۔ روضہ مبارک میں تمہاری تکلیف سے ان کو راحت ہوگی ۱۷۹

قبر نبی عرش سے افضل

اسی لئے تبلیغی جماعت کا بھی یہ نظریہ ہے کہ قبلے کی بجائے نبیؐ کے روضے کی طرف منہ کر کے دعا مانگی جائے۔ ۱۸۰ وہ شاید اس لئے کہ ان کے نزدیک قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضورؐ کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے۔ وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے افضل ہے۔ ۱۸۱ حتیٰ کہ آسمان و زمین کی ہر جگہ سے افضل ہے"۔ جب آپ کی قبر کی زندگی کے اتنے ثبوت ہیں۔ تو انہیں یہ نظریہ بھی اپنانا پڑا کہ آپ سے اجازت بھی مانگی جائے جیسا کہ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے۔

قبر سے اجازت

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد حضرت ابو بکرؓ صدیق بیمار ہوئے تو یہ وصیت فرمائی۔ کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضہ اقدس پر لیجا کر عرض کر دینا کہ یہ ابو بکرؓ ہے آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔ اگر وہاں سے اجازت ہو جائے۔ تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اجازت نہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیت کے موافق جنازہ وہاں لے جا کر قبر شریف کے قریب یہی عرض کر دیا گیا۔ وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی آدمی کہنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ کہ اعزاز و اکرام کے ساتھ اندر لے آؤ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ

جب حضرت ابو بکرؓ صدیق کے وصال کا وقت قریب ہوا تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا۔ کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ انہیں ہاتھوں سے مجھے غسل دینا۔ اور خوشبو لگانا، اور مجھے اس حجرے کے قریب لے جا کر جہاں حضور کے قبر ہے۔ اجازت مانگ لینا۔ اگر اجازت مانگنے پر حجرے کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا۔ ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ابو بکر یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں تو میں نے دیکھا ایک دم حجرہ کے کواڑ کھل گئے اور ایک آواز آئی کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ محدثانہ حیثیت سے اس روایت کو منکر بتایا جاتا ہے لیکن تاریخی حیثیت تو باقی ہے ہی ۱۸۲ دیکھی ہاتھ کی صفائی۔ کہ اگر روایت کے منکر ہونے کی وجہ سے اسے اپنا عقیدہ اپنانے میں پس و پیش سے کام لینا پڑے تو

تاریخی حیثیت کے برقرار ہونے کا لبادہ اس کے سامنے پیش کر کے اسے حوصلہ دیا جائے کہ عقیدہ اپنانے میں تاریخی اور محدثانہ حیثیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا مرنے کے بعد گفتگو کے بارے میں مولانا یوسف صاحب بھی لکھتے ہیں۔ "انتقال کے بعد (نبی کے) سینے پر کان لگائے گئے تو بھی الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے الفاظ تھے ۱۸۳

نبیؐ کی قبر کی زندگی کے بارے میں زکریا صاحب سے چند واقعات بھی سنتے جائیں زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

اس سیاہ کار کو ان فضائل کے رسائل لکھنے کے زمانہ میں بعض مرتبہ خود کو اور بعض مرتبہ دوسرے احباب کو کچھ منامات اور مبشرات بھی آئے۔ اس رسالہ فضائل درود شریف کے لکھنے کے زمانے میں ایک رات خواب میں یہ دیکھا کہ مجھے یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ اس رسالہ میں قصیدہ ضرور لکھیو۔ لیکن قصیدہ کی تعین نہیں معلوم ہو سکی دوبارہ بھی اسی قسم کا خواب دیکھا۔ یہ خیال آیا کہ اس کا مصداق مولانا حاجی نور اللہ مرقدہ کی وہ مشہور نعت ہے۔۔۔۔ جو اپنے والد صاحب سے پڑھی اور اسی

وقت ان کی زبانی اس کے متعلق ایک قصہ بھی سنا تھا۔

قبر سے ہاتھ نکلنا

قصہ یہ تھا کہ مولانا جامی (یہ مولانا وحدت الوجود جیسے شرکیہ عقیدے میں مبتلا تھے) نور اللہ مرقدہ و اعلیٰ اللہ مراتبہ یہ نعت لکھنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ تو انکا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑا ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا۔ کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آرہا ہے۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستے میں پکڑوا کر بلایا۔ ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلے گا۔ جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا

تبلیغی نصاب ص ۸۰۳

منامات و مبشرات کے بعد خواب میں اس قصیدے کے لکھنے کا حکم دیا۔ کس نے۔۔۔۔۔۔؟ ان کے نزدیک اسی نے دیا ہوگا جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ لکھتے ہیں اگر یہ قصیدہ قبر پر پڑھا جاتا تو قبر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلتا۔ اس قصیدے کی ابتداء ہی عقیدہ توحید سے تصادم پر رکھی گئی انجام خد جانے۔

زمہجوری برآمد جان عالم ----- ترحم یا نبی اللہ ترحم۔

ہجر کی وجہ سے جان لبوں پر ہے اے اللہ کے نبیؐ رحم کیجئے رحم کیجئے ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

مولانا زکریا صاحب کی زبانی ہی ایک اور واقعہ سن لیجئے۔ جو شرک سے لبریز ہے"۔

سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما اس ناکارہ کا رسالہ فضائل حج کی حکایات زیارت مدینہ کے سلسلے میں نمبر ۱۳ پر یہ قصہ مفصل علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی سے گزر چکا ہے۔ اور بھی متعدد قصے اس میں روضہ اقدس سے سلام کا جواب ملنے کے ذکر کئے گئے ہیں۔ (ص ۳۰۸ تبلیغی نصاب فضائل دورد ۱۲۵)

چلیئے اب آپ کو میں فضائل حج کے اسی میدان میں لئے چلتا ہوں۔ جہاں آپ قرآن وحدیث سے متصادم بے شمار واقعات ملاحظہ فرمائیں گے۔

لیجیئے سید احمد رفاعی کے وہ دو شعر جو انہوں نے قبر نبوی پر پڑھے۔ اور اس کی تفصیل

في حالة البعد روحي كنت ارسلها----- تقبل الارض عني وهي نائبتي وهذه دولة الا شباه قد حضرت--- فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

ترجمہ اشعار۔ دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس بھیجا کرتا تھا۔ وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے۔ اپنا دست مبارک عطا کیجیئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں"۔

اس پر قبر مبارک سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا۔ جنہوں نے اس واقعے کو دیکھا۔ اور حضور کے دست مبارک کی زیارت کی۔ جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا

جاتا ہے۔ (البنیان المشید) فضائل صدقات ص ۱۴۱ ۹ عکسی)
روح کا آستانہ مبارک کو چومنا کیا محمدیؐ شریعت کا مسئلہ ہے۔ کیا صحابہ سے ثابت ہے۔ کیا اس واقعے میں یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ قبر والے زندہ ہیں۔ مردہ نہیں ہیں۔ اور رب کے اس حکم کو ٹھکرا دیا گیا۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (الآیۃ) یہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو تو اپنے اٹھائے جانے کا بھی شعور نہیں۔
یہ ہاتھ جو چومنے کے لئے نکلا۔ حضرت فاطمہ کے سر پر شفقت رکھنے کے لئے کیوں نہ باہر آیا۔ اور جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر کے قتل کرنا چاہا تو کیوں نہ لوگوں کو منع کرنے کے لئے قبر سے باہر آیا۔ اگر اسی کا نام اسلام ہے۔ تو اپنے اسلام کو سنبھالو۔ کہ جتنی بے عقلی اس میں ہے کائنات کے کسی دین میں نہ ہوگی۔
تبلیغی جماعت والے قبر والوں کے سننے اور جواب دینے کے قائل ہیں۔ چند واقعات ثبوت کے لئے فضائل حج کے سن لیں جس کی طرف فضائل درود میں مولانا زکریا صاحب نے اشارہ کیا تھا۔

قبر سے جواب

۱۔ سید نور الدین ایجی شریف عفیف الدین کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر تھا سنا کہ قبر شریف سے وعلیک السلام یاولدی کا جواب ملا۔ (ص ۱۴۱ ۹ فضائل صدقات)
۲۔ شیخ ابو نصر عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرخی فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حجرہ شریفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شیخ ابوبکر دیار بکری تشریف لائے اور موجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ تو میں نے حجرہ شریفہ کے اندر سے یہ آواز سنی وعلیک السلام یا ابابکر اور اس کو سب لوگوں نے جو حاضر تھے سنا (الحاوی) (ص ۹۶۱ فضائل صدقات)

۳۔ یوسف بن علی لکھتے ہیں۔ کہ ایک ہاشمی عورت مدینہ منورہ طیبہ میں رہتی تھی۔ اور بعض خدام اس کو ستایا کرتے تھے۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی۔ تو روضہ شریف سے یہ آواز آئی

"اما لک فی اسوۃ فاصبری کما صبرت او نحو ہذا"

کیا تیرے لئے میرے اتباع میں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا۔ تو بھی صبر کر۔ وہ عورت کہتی ہے کہ اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے ص ۹۶۱ فضائل صدقات۔

۴۔ ثابت بن احمد ابو القاسم بغدادی فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک مؤذن کو دیکھا کہ وہ مدینہ پاک میں مسجد نبوی میں صبح کی اذان دے رہے تھے۔ اذان میں مؤذن نے کہا۔ الصلوٰۃ خیر من النوم تو ایک خادم نے آکر تھپڑ مار دیا وہ مؤذن رویا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے اس خادم پر فالج گر گیا۔ لوگ اٹھا کر اس کو گھر لے گئے تین دن بعد وہ مر گیا۔ (ص ۹۴۵ فضائل صدقات)

قبر میں سننے اور جواب دینے کے علاوہ قاری کے ذہن میں کیا یہ عقیدہ بھی پختہ نہیں ہو جائے گا کہ نبیؐ سے شکایت کرتے ہی تنگ کرنے والے مر گئے۔ واقعہ کے الفاظ اور طرز بیاں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ موت طبعی نہیں تھی۔ بلکہ نبیؐ کے تصرف کی وجہ سے آئی۔ اور محی و ممیت صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ جیسا کہ ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ ربی الذی یحیی و یمیت (الآیۃ) میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ یا تو نبیؐ کو رب تسلیم کر دیا اسے شرک کہو۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہوئے۔ تو ایک بدو حاضر ہوئے۔ اور قبر اطہر پر پہنچ کر گر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہم نے سنا اور جو اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کو پہنچا تھا۔ اور آپ نے اس کو محفوظ فرمایا تھا۔ اس کو ہم نے محفوظ کیا۔ اس چیز میں جو آپ پر اللہ جل شانہ نے نازل کی۔ (یعنی قرآن

پاک) یہ وارد ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفر وا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما

(ترجمہ) اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور یہ کہ اللہ جل شانہ سے معافی مانگ لیتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگتے۔ تو ضرور حق تعالیٰ شانہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے) اس کے بعد اس بدو نے کہا بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ اور اب میں آپ کے پاس مغفرت کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں۔ اس پر قبر اطہر سے آواز آئی کہ بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی۔ ص ۹۴۲ فضائل صدقات

یہ کس عقیدے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کہ قبر والے سنتے ہیں اور گناہوں کی معافی کا آپ کی زندگی میں تو وحی کے ذریعے علم ہو جاتا تھا۔ لیکن جبکہ "انقطع الوحی پر ہر ایک کا ایمان ہے" پھر آپ کو اس کی بخشش کا کس طرح علم ہوا پڑھنے والے کا ذہن خود بخود اس طرف نہیں جاتا کہ بریلویوں کے کہنے کے مطابق اللہ کے رسول عالم الغیب تھے۔

مندرجہ ذیل واقعے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تبلیغی جماعت والے قبر والے مردے کے تصرفات کے قائل ہیں۔

زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

مردے کا اونٹ ذبح کرنا

عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی۔ دور کا سفر تھا۔ رات کو وہاں ٹھہرے ان میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا۔ وہ اس سے کہہ رہا ہے۔ کہ تو اپنے اونٹ کو میرے بختی اونٹ کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے (بختی اونٹ کا اعلیٰ قسم کے اونٹوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو اس میت نے ترکہ میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کر لیا۔ وہ صاحب قبر اٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ جب یہ اونٹ والا نیند سے

اٹھا تو اس کے اونٹ کا خون جاری تھا۔ اس نے اٹھ کر اس کو ذبح کر دیا (کہ اس کی زندگی کی امید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کر دیا۔ سب نے پکایا کھایا۔ یہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کر رہا تھا۔ کہ فلاں نام کا شخص تم میں کوئی ہے۔ اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے۔ اس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصہ سنایا۔ جو شخص بختی اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی۔ یہ اس کا بختی اونٹ ہے۔ اس نے مجھے خواب میں کہا ہے۔ کہ اگر تو میری اولاد ہے۔ تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے تیرا نام لیا تھا۔ یہ بختی اونٹ تیرے حوالے ہے۔ یہ کہہ کر وہ وانٹ دے کر چلا گیا۔ (اب ذرا زکریا صاحب کا تبصرہ بھی سماعت کریں) یہ سخاوت کی حد ہے کہ مرنے کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والوں کی مہمانی میں اپنے اصیل اونٹ کو فروخت کر کے آنے والوں کی مہمانی کی۔ باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیوں کر ہو گیا اس میں کوئی محال چیز نہیں۔ عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں۔ ص ۷۰۹ فضائل صدقات حصہ دوم)

خواب تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن اس واقعے میں تو ایسا لگتا ہے کہ خواب میں آنا اپنے قبضہ قدرت میں ہے خواب کو تو چھوڑیئے۔ ان الفاظ پر غور کیجئے "صاحب قبر اٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا"

دلائل کو تو چھوڑیں۔ صرف عقل سے ہی کام لیں۔ کہ اگر وہ مردہ قبر سے نکل کر اونٹ کو ذبح کرنے کے لئے ہی زندہ ہے۔ باہر نکل کر عقیدہ توحید و سنت کا پرچار کیوں نہیں کرتا۔ یہ واقعہ تو واقعہ ہی تھا۔ اب اس واقع پر "زکریا صاحب کا عقیدہ بھی سن لیں اور پھر تبلیغی نصاب پڑھنے والوں کے عقائد کو برباد ہوتا بھی دیکھ لیں" فرماتے ہیں۔

"مرنے کے بعد قبر پر آنے والوں کی مہمانی کرنا سخاوت کی حد ہے"

ہم کیا عقیدہ رکھیں کہ قبر والے دنیا کے تمام حالات سے واقف ہیں۔ اسی لئے معلوم کر کے کہ مہمان آئے ہیں میری قبر پر۔ اونٹ ذبح کرنے کے لئے قبر سے باہر آیا اور پھر معلوم نہیں واپس کیوں قبر میں داخل ہوا۔ شاید وہاں بھی مہمانی کرنی ہو۔" اور پھر واقعے کی تردید کی بجائے کہا - مرنے کے بعد اس قسم کے واقعات محال نہیں ممکن ہیں۔ پھر ان میں اور بریلوں میں کیا اختلاف۔ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں۔

قبر والے کی سخاوت

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجیئے - زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے۔ جو اہل ضرورت اور فقراء کے لئے چندہ کر دیا کرتے تھے۔ جب کسی کو کوئی حاجت پیش آتی - وہ ان سے کہتا وہ اہل ثروت لوگوں سے کچھ مانگ کر اس کو دے دیا کرتے۔ ایک فقیر ان کے پاس گیا۔ اور کہا میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور میرے پاس اس کی اصلاح کے انتظام کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور لوگوں سے اس کے لئے مانگا - لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا۔ یہ سب سے مایوس ہو کر ایک سخی کی قبر پر گئے۔ اور اس کی قبر پر بیٹھ کر یہ سارا واقعہ کہا۔ اور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور واپس آ کر اپنے پاس سے ایک دینار نکالا اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرا فقیر کو دے دیا۔ کہ یہ میں قرض دیتا ہوں۔ اس وقت تم اس سے اپنا کام چلا لو۔ جب تمہارے پاس کہیں سے کچھ آجائے تو میرا قرضہ ادا کر دینا۔ وہ لے کر چلا گیا۔ اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔ رات کو ان صاحب دینار نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی کہ تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مکان کے فلاں حصے میں جو چولہا بن رہا ہے۔ اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑ رہا ہے۔ اس میں پانسو اشرفیاں ہیں۔ اس فقیر کو دے دیں۔ یہ صبح اٹھ کر اس کے مکان پر گئے اور گھر والوں سے سارا قصہ اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے ایک جگہ

کو کھودا۔ اور وہ مرتبان پانسو اشرفیوں کا نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں ہے۔ تم لوگ اس مال کے وارث اور مالک ہو۔ اس لئے میں محض اپنے خواب کی وجہ سے اس کو نہیں لیتا۔ مگر ان وارثوں نے اصرار کیا۔ کہ جب وہ مر کر سخاوت کرتا ہے۔ تو بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ سخاوت نہ کریں۔ ان کے اصرار پر اس نے وہ اشرفیاں لے کر اس فقیر کو دے دیں۔ اور سارا قصہ سنایا اس نے ان میں سے ایک دینار لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ان صاحب کو اپنے قرضے کی ادائیگی میں دیا اور دوسرا ٹکڑا اپنے پاس رکھ کر کہا۔ کہ میری ضرورت کو تو یہ کافی ہے۔ باقی یہ سب رقم میری ضرورت سے زائد ہے۔ میں اس کو لے کر کیا کروں گا۔ وہ سب فقراء پر تقسیم کر دی۔ صاحب اتحاف کہتے ہیں کہ اس قصے میں غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ میت یا اس کے گھر والے یا یہ فقیر اور ہمارے نزدیک تو یہ فقیر سب سے زیادہ سخی ہے۔ کہ اپنی اس شدت حاجت کے باوجود نصف دینار سے زیادہ لینا پسند نہ کیا۔ ص ۱۴۷، فضائل صدقات)

کیا تبلیغی نصاب پڑھنے والوں کو اس عقیدے کی تعلیم نہیں دی جا رہی کہ زندہ لوگوں سے مایوس ہو کر پھر مردوں کی قبروں پر جاؤ۔ حاجت روائی کے لئے اور بریلویوں کا بھی تو یہی جرم ہے کہ زندہ اللہ کو چھوڑ کر قبروں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔ اور پھر ذرا ان الفاظ پر غور کیجئے۔

"میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی۔ مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی"۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔

ان تدعو هم لا يسمعوا دعاء كم ولو سمعوا ما استجابو الكم

اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض محال سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔

جب اس واقعے پر ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا۔

جب صاحب قبر کسی واسطے سے امداد کر سکتے ہیں۔ تو اس زمانے میں پریشان حال

لوگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر جو حاجتیں اور منتیں مانگتے ہیں ان سے ہم کو کیوں روکا جاتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تم اپنی آواز قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو یہاں آواز کیوں سنائی گئی اور قبر والوں نے کس طرح سنا ۱۸۴

اب اس کا جواب زکریا صاحب سے سنیئے۔

اصل تو یہی ہے کہ اموات کا مستقل سننا ثابت نہیں۔

انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء

یہ آیت قرآنی اس بارے میں نص ہے اور اسی وجہ سے مشائخ قبور پر جا کر ان کو مخاطب کر کے ان سے طلب کو ناجائز لکھتے ہیں۔

البتہ براہ راست اگر اللہ جل شانہ سے ان کے وسیلہ سے کوئی دعا مانگی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں اس کے علاوہ اگر کسی جگہ کوئی خاص واقعہ سننے کا ثبوت مل جائے تو وہ خرق عادت اور کرامت پر محمول ہوگا۔ جس کو حجت یا سب جگہ جاری نہیں کیا جا سکتا آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت خواجہ صاحب کا اپنی قبر میں زندہ ہونے میں کیا اشکال ہے۔ واقعی حضرت خواجہ صاحب اور دیگر بزرگان دین کے علو شان میں تو کوئی انکار نہیں۔ لیکن احادیث میں صرف انبیاء کی خصوصیات آئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے بدن کھانے کو حرام فرما رکھا ہے۔ اس لئے کسی غیر نبی کو چاہے وہ کتنا ہی عالی شان کیوں نہ ہو۔ نبی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ چند ایک اور تصرفات بھی سن لیجئے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ "بد سے بدنام برا"

قبر سے روٹی

۱۔ ابن جلاء لکھتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میں آپ کا مہمان ہوں۔ مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی (فضائل صدقات ص ۹۴۴) جاگنے پر آدھی روٹی کا ہاتھ میں ہونا اس بات کی

دلیل ہے۔ کہ یہ خواب کا واقعہ نہیں تھا۔

قبر سے درہم

۲۔ صوفی ابو عبداللہ محمد بن ابی زرعہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد اور ابو عبداللہ بن خفیف کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوا بڑی سخت تنگی تھی فاقہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ اسی حالت میں ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور خالی پیٹ ہی رات گزاری میں اس وقت تک نابالغ تھا۔ بار بار والد کے پاس جاتا اور جا کر بھوک کی شکایت کرتا۔ میرے والد اٹھ کر قبر شریف کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آج آپ کا مہمان ہوں۔ یہ عرض کر کے وہیں مراقبے میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مراقبے سے سر اٹھانے کے بعد کبھی رونے لگتے اور کبھی ہنسنے لگتے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ تو کہنے لگے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے میرے ہاتھ میں چند درہم رکھ دیئے۔ ہاتھ کھولا۔ تو اس میں درہم رکھے ہوئے تھے۔ صوفی جی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان میں اتنی برکت فرمائی کہ ہم نے شیراز لوٹنے تک اسی میں سے خرچ کیا (ص ۹۴۴ فضائل صدقات)

۳۔ شیخ احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ ماہ تک حیران و پریشان پھرتا رہا۔ میرے بدن کی کھال بھی چھل گئی۔ میں اسی میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر حضورؐ کی خدمت میں اور حضرات شیخینؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا اس کے بعد میں سو گیا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ ارشاد فرمایا احمد تم آئے میں نے عرض کیا۔ کہ جی حضورؐ حاضر ہوا ہوں۔ اور میں بھوکا بھی ہوں آپ کا مہمان ہوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا دونوں ہاتھ کھولو۔ میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ حضورؐ نے ان کو درہم سے بھر دیا۔ میری جب آنکھ کھلی۔ تو دونوں ہاتھ درہم سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسی وقت روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر جنگل چل دیا (ص ۹۴۴ فضائل صدقات)

معلوم نہیں روٹی اور درہم جس پر موجود حکومت کی مہر لگی ہوئی تھی عالم برزخ میں

کہاں سے آجاتی تھی اور کیا عالم برزخ کی اشیاء کا عالم دنیا میں پہنچنا ناممکن نہیں لیجیئے ایک اور واقعہ سن لیجیئے

برزخ سے پانی

۴۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے حضرت عثمان کو محصور کر رکھا تھا۔ میں ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ تو فرمانے لگے بھائی بہت اچھا کیا آئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا عثمان تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا جی کر رکھا ہے۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں پیاسا کر رکھا ہے۔ (کہ ان لوگوں نے پانی اندر جانا بند کر دیا تھا) میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر حضورؐ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا۔ جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان میں محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے۔ اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس ہی افطار کر لینا۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضور کی خدمت میں حاضری ہی چاہتا ہوں۔ اسی دن شہید کر دیئے گئے (فضائل صدقات ص ۹۴۲)

صحابہ کا نام لے کر کس طرح عقیدے برباد کئے جا رہے ہیں کہ قبر سے نکل کر پانی ہی نہیں پلایا بلکہ پوچھا بھی کہ چاہو تو تمہاری مدد کی جائے۔ کہاں گیا رب کا یہ ارشاد۔

وما النصر الا من عنداللہ (الآیۃ)

مدد اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اور پھر یہ بھی نہ سوچا کہ ایک طرف روزہ دار ثابت کر رہے ہیں کہ افطاری نبیؐ کے پاس کرنی منظور کی اور دوسری طرف افطاری سے پہلے ہی پانی بھی پلا رہے ہیں کہانی بنانے والے سے غلطی ہو گئی۔

قبر سے روٹی

۵۔ شیخ ابوالخیر اقطع فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا پانچ دن وہاں قیام کیا کچھ

مجھ کو ذوق و لطف حاصل نہ ہوا۔ میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضرت ابو بکرؓ آپ کی داہنی اور حضرت عمرؓ آپ کی بائیں جانب تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے آگے تھے۔ حضرت علیؓ نے مجھ کر بلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں اٹھا اور حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما حضور نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی ۱۸۵

قبر سے بال

۶۔ حضرت شاہ صاحب نمبر ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضرت نے ارشاد فرمایا۔ میرے بیٹے کیسی طبعیت ہے؟ اس کے بعد شفاء کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک میں سے دو بال مرحمت فرمائے۔ مجھے اسی وقت صحت ہو گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے۔ ۱۸۶

برزخ میں دعوت

۷۔ حضرت شاہ صاحب اپنے رسالہ حرز ثمین میں نمبر ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے میرے والد نے ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان المبارک میں سفر کر رہے تھے۔ نہایت شدید گرمی تھی جس کی وجہ سے بہت ہی مشقت اٹھانی پڑی۔ اسی حالت میں مجھے اونگھ آگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے بہت ہی لذیذ کھانا جس میں چاول اور میٹھا اور زعفران اور گھی خوب تھا۔ (نہایت لذیذ زردہ) مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہو کر کھایا پھر حضورؐ نے پانی مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہو کر پیا۔ جس سے بھوک پیاس سب جاتی رہی۔ اور جب آنکھ کھلی تو میرے ہاتھوں میں سے زعفران کی خوشبو آرہی تھی ان قصوں میں کچھ تردد

نہ کرنا چاہیئے ۱۸۷

قبر سے لباس

(۸)۔ زکریا صاحب نبیؐ کی طرف سے وفات کے بعد کپڑے دینے والے واقعے پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"اور سچی توبہ کی برکت سے حضورؐ کی طرف سے کپڑوں کا اعزاز خود ایک قابل فخر چیز ہے۔ ص ۱۸۸

قبروں اور درباروں پر سوالی بن کر جانے اور مرادیں مانگنے کا عقیدہ تبلیغی نصاب والے پھیلا رہے ہیں۔ ثبوت کے لئے چند واقعات پڑھئے۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

قبر سے مرادیں بر آنا

(۱)۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش مانگ دیجیئے۔ (ص ۹۴۳ فضائل صدقات)

(۲)۔ محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی اشرفیاں امانت رکھیں۔ اور یہ کہہ کر جہاد میں چلا گیا۔ کہ اگر ضرورت پڑے تو خرچ کر لینا۔ میں واپس آکر لے لوں گا ان کے جانے کے بعد مدینہ منورہ میں تنگی زیادہ پیش آئی۔ میرے والد نے وہ خرچ کر ڈالیں۔ جب وہ صاحب واپس آئے تو انہوں نے رقم طلب کی۔ والد صاحب نے کل کا وعدہ کر لیا۔ اور رات کو قبر اطہر پر حاضر ہو کر عاجزی کی کبھی قبر شریف کے قریب دعا کرتے کبھی منبر شریف کے متصل تمام رات یوں ہی گزر گئی۔ صبح کے قریب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب دعا کر رہے تھے کہ اندھیرے میں ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہے ہیں ابو محمد یہ لے لو۔ میرے والد نے ہاتھ بڑھایا۔ تو انہوں نے ایک تھیلی دی۔ جس میں اسی اشرفیاں تھیں۔ (ص ۹۴۳ فضائل صدقات)

ان الفاظ پر غور کیجیئے "عاجزی کی" کیا اسی کو بندگی نہیں کہتے جو صرف اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عبادت کا معنی "التذلل" کیا گیا ہے۔ جسے عاجزی وانکساری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سوالی بن کر سوال بھی کیا اور مراد بھی بر آئی۔ کیا خیال ہے اب آپ کا۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز۔

(۳) ابو بکر بن المقری کہتے ہیں۔ کہ میں اور امام طبرانی اور ابوالشیخ مدینہ طیبہ میں حاضر تھے۔ کھانے کو کچھ ملا نہیں۔ روزہ پر روزہ رکھا۔ جب رات ہوئی عشاء کے قریب میں قبر اطہر پر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یارسول اللہؐ بھوک یہ عرض کر کے لوٹ آیا۔ (لیجیئے اب اس شکایت کا جواب) ایک علوی دو غلاموں کے ساتھ بہت سا کھانا لایا اور کہنے لگا تم نے حضور سے شکایت کی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضور نے حکم فرمایا کہ میں تمہارے پاس کچھ پہنچاؤں ص ۹۴۳ فضائل صدقات

قبر پر جا کر بھوک کی شکایت کی۔ کھانے کا سوال کیا۔ اور جلد ہی نتیجہ نکل آیا۔ کیا یہی معنی ہے۔ "اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین"۔

(۴)۔ اسی قسم کا واقعہ زکریا صاحب "سید ابو محمد عبد حسینی" کا انہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

کہ "میں مدینہ طیبہ میں تھا تین دن تک کچھ کھانے کی نوبت نہ آئی میں نے منبر شریف کے قریب جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے کہا دادا ابا مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اور میرا ثرید کھانے کو دل چاہتا ہے۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص ثرید لایا اور کہنے لگا کہ میں ثرید پکا کر سو گیا تو میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تیرے ایک بھائی نے اس کی تمنا مجھ سے کی ہے۔ اس میں سے اس کو بھی کھلانا۔ (ص ۹۴۵ فضائل صدقات)

(۵)۔ اسی قبیل کا ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔

شیخ عبدالسلام بن ابی القاسم صقلی کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر تھا۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ جس سے میں بہت ضعیف ہوگیا۔ میں حجرہ شریف پر حاضر ہوا۔ اور حاضر ہو کر میں نے عرض کیا اے اولین و آخرین کے سردار میں مصر کا رہنے والا ہوں پانچ مہینے سے خدمت اقدس میں حاضر ہوں اللہ جل شانہ سے اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو متعین فرما دیجئے جو میرے کھانے کی خبر لے لیا کرے۔ یا میرے جانے کا انتظام کر دے پھر میں نے اور دعائیں مانگیں اور منبر شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا دفعتاً میں نے دیکھا کہ ایک شخص حجرہ شریفہ کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ بول رہے ہیں ان میں اے میرے دادا اے میرا دادا بھی کہہ رہے ہیں پھر وہ صاحب وہاں سے میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں لے گئے خوب کھانا کھلایا اور روٹی بمع دو صلع کھجورا علی زنبیل میں رکھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے نام بتایا کہنے لگے تمہیں خدا کی قسم پھر دادا ابا سے کبھی شکایت نہ کرنا ان کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور کھانے کی ذمہ داری مستقل لے لی اور غلام کو زنبیل دے کر میرے ساتھ روانہ کیا راستے میں میں نے غلام کو واپس جانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا۔ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے سردار کو اس کی خبر نہ کر دیں (ص ۹۴۵ فضائل صدقات) اسی طرح ابوالعباس بن نفیس جب قبر شریف پر یہ کہتے ہیں کہ حضور میں بھوکا ہوں تو ایک لڑکی آئی اور کھانا کھلانے کے لئے اپنے ہمراہ لے گئی اور کہنے لگی میرے دادا نے اس کا حکم فرمایا ہے کہ جب بھوک لگے تو یہاں آکر کھانا کھا لیا کرو (۱۳۵ فضائل حج)

اللہ اور اس کے رسول سے سوال کرنا تو دور کی بات ہے ایک شخص نے جب یہ کہا ماشاء اللہ و ماشاء رسولہ جو اللہ رسول چاہے تو آپ نے کہا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ یہاں تو سوال زندہ سے نہیں صاحب قبر سے ہے جبکہ نبیؐ اپنے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہیں کہ کوئی حاجت ہو تو اللہ سے سوال کرنا۔ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگنا۔ لیکن یہاں تو شریعت ہی اور ہے۔ پہلے وہ

شخص آ کر نبی سے ہمکلام ہوتا ہے اے میرے دادا۔ اے میرے دادا کہتا ہے پھر اس سوالی سے کہتا ہے کہ دادا ابا سے شکایت کبھی نہ کرنا کیونکہ انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے" عالم دنیا کا عالم برزخ سے گفتگو کرے کیا شریعت محمدی کا مسئلہ ہے۔ قبر والوں سے رزق مانگے کیا قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ شریعت محمدیہ تو ایک طرف موسیٰؑ بھی نبوت ملنے سے پہلے جب مصر سے بھاگے اور شعیبؑ کی بکریوں کو پانی پلایا تو بھوک کی صورت میں کہنے لگے۔

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر (الآیتہ)

الہی (اس وقت) جو کوئی نعمت تو مجھ پر اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔ موسیٰؑ کیوں نہ کسی کی قبر پر جا کر اسے شکایت کرتے کہ بھوک لگی ہے۔

اسی طرح صحابہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے کسی قبر پر جا کر کھانا کیوں طلب نہیں کرتے تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے رزق کے خزانوں کی چابیاں قبر والوں کے سپرد کر رکھی ہیں۔ کہ قبر والے اسے تقسیم کر رہے ہیں حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔

ویعبدون من دون الله مالایملک لھم رزقاً من السموت والارض ولایستطیعون - (الآیتہ)

یہ لوگ اللہ کے علاوہ ان کی بندگی کرتے ہیں۔ جو زمین اور آسمان میں سے ان کے لئے رزق کے مالک نہیں اور نہ وہ استطاعت رکھتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔

ھل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض (الآیتہ)

کیا اللہ کے علاوہ کوئی خالق ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق دے۔ ایک جگہ ایسے وضاحت فرمائی۔

امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ (الآیتہ)

کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر اللہ اپنے رزق کو روک لے۔

"الرزاق" اسی کی صفت ہے۔ اور اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا۔

فابتغوا عندالله الرزق۔ (الآیتہ)

رزق اللہ کے ہاں ہی تلاش کرو۔ لیکن تبلیغی جماعت والے یہ عقیدہ بنا رہے ہیں۔ کہ بھوک لگے تو قبر پر جاؤ ان سے شکایت کرو۔ وہ تمہارے کھانے کا انتظام کریں گے۔

بریلویوں کی طرح نبیؐ کو حاضر و ناظر ماننے کا عقیدہ تبلیغی جماعت کا بھی ہے۔ مولانا زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حافظ ابو نعیم، حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے۔ تو یوں کہتا ہے اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے۔ اس نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں رہ گئیں (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا۔ اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں جو میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجیئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد پڑھا کر۔ (فضائل درود ص ۱۲۲)

نبی کا خود حاضر ہونا

مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ جن کو ابن ثابت کہا جاتا تھا رہتے تھے۔ ساٹھ سال تک ہر سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور زیارت کر کے واپس آجاتے تھے ایک سال کسی عارض کیوجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت کی حضور نے ارشاد فرمایا ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔ (فضائل صدقات ص ۹۴۲)

لیجیئے رسول خدا کا بنفس نفیس تشریف لانے کا ایک اور واقعہ

"محمد بن سعید بن مطرف جو نیک لوگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ رات کو جب سونے کے وقت لیٹتا تو ایک مقدار معین درود شریف کی پڑھا کرتا تھا ایک رات کو میں بالاخانہ پر اپنا معمول پورا کر کے سو گیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ کے دروازے سے اندر تشریف لائے۔ حضور کی تشریف آوری سے بالاخانہ سارا ایک دم روشن ہو گیا۔ حضور میری طرف کو تشریف لائے۔ اور ارشاد فرمایا اس منہ کو لا جس سے تو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ میں اس کو چوموں گا۔ مجھے اس سے شرم آئی کہ میں دہن مبارک کی طرف منہ کروں تو میں نے ادھر سے اپنے منہ کو پھیر لیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر پیار کیا۔ میری گھبرا کر ایک دم آنکھ کھل گئی۔ میری گھبراہٹ سے میری بیوی جو میرے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اس کی بھی آنکھ کھل گئی تو سارا بالاخانہ مشک کی وجہ سے مہک رہا تھا اور مشک کی خوشبو میرے رخسار میں سے آٹھ دن آتی رہی ۱۸۹

رخسار اور بالاخانے سے خوشبو آنے کا یہی مطلب ہے کہ آپ خواب میں نہیں حقیقت میں تشریف لائے تھے۔ کیونکہ آپ کے بدن سے ایسی خوشبو پھوٹتی تھی کہ صحابہ خوشبو سونگھ کر پہچان لیتے تھے کہ آپ اس راستے سے گزرے ہیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

نبیؐ کی مشکل کشائی

"امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصری سے نقل کیا ہے۔ کہ میں حج کو جا رہا تھا۔ ایک شخص میرا رفیق سفر ہو گیا وہ ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا۔ میں نے اس

سے اس کثرت درود کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کے لئے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی ساتھ تھے جب ہم لوٹنے لگے تو ہم ایک منزل پر سو گئے میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا۔ میں گھبرایا ہوا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کا منہ کالا ہو رہا تھا۔ مجھ پر اس واقعے سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس وجہ سے بہت مرعوب ہو رہا تھا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے بڑے ڈنڈے تھے۔ مسلط ہیں۔ اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین چہرہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرے کو سفید کر دیا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد سے میں نے درود کبھی نہیں چھوڑا تبلیغی نصاب ص ۷۹۰

زکریا صاحب اس نوع کا ایک اور واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"روض الفائق میں اسی نوع کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے۔ وہ حضرت سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے۔ اور کوئی چیز تسبیح و تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا۔ میں نے اس سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا۔ میں سفیان ثوری ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر تو اپنے زمانے کا یکتا نہ ہوتا۔ تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا پھر اس نے کہا کہ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا۔ میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم ان کا انتقال ہو گیا۔ اور منہ کالا ہو گیا میں دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا۔ اور انا للہ پڑھی اور کپڑے سے اس کا منہ ڈھک دیا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا

کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور ان سے زیادہ صاف ستھر الباس کسی کا نہیں دیکھا۔ اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ تیزی سے قدم بڑھائے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے میرے باپ کا منہ سے کپڑا ہٹایا۔ اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا۔ وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں؟ کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ کہنے لگے کہ تو مجھے نہیں پہنچانتا میں محمد بن عبداللہ صاحب قرآن ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تیرا باپ گناہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا۔ جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ ۱۹۰

حاضر ناظر کے ساتھ کیسی ہوشیاری کے ساتھ مخلوق کے مشکل کشا اور فریاد رس ہونے کا عقیدہ قارئین کے ذہن میں بٹھایا جا رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تو کہتا ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء (الآیتہ)

کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس سے مصیبت کو دور کرتا ہے۔

زکریا صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ (محمد بن عبداللہ) صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) فریاد کو سنتے اور اس کی مصیبت دور کرتے ہیں۔ توحید سے ایسا ٹکراؤ۔ جب ان کے نزدیک رسول اللہؐ فریاد رس ہیں۔ تو زکریا صاحب اپنا معمول بتلاتے ہوئے کہتے ہیں۔ "اسی طرح جب چالیس روز ہو گئے تو میں نے جا کر روضہ پاک پر عرض کیا کہ حضرت ہم کئی حضرات حج بدل پر آئے ہیں دشواری ہو گی چنانچہ شام کو ہمارے بدو کو ایک اونٹ مل گیا ۱۹۱ اسی لئے مولانا جامی کی مثنوی بھی تبلیغی نصاب میں لکھتے ہیں۔ جس کے پہلے شعر میں ہی غیر اللہ سے رحم طلب کی گئی ہے۔

ترحم یا نبی اللہ ترحم۔ اے رسول خدا نگاہ کرم فرمائیے اے ختم المرسلین رحم

فرمائیے یہ تو تھی سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکل کشائی و حاضری ناضری لیجیئے اب خضرؑ کا نمبر ہے ۱۹۲

خضرؑ کی مشکل کشائی

لکھتے ہیں "زہتہ البساتین میں حضرت ابراہیم خواص سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو سفر میں پیاس معلوم ہوئی۔ اور شدت پیاس سے بے ہوش ہو کر گر پڑا کسی نے میرے منہ پر پانی چھڑکا۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو ایک مرد حسین خوبرو کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ اس نے مجھ کو پانی بلایا اور کہا میرے ساتھ رہو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس جوان نے مجھ سے کہا تم کیا دیکھتے ہو میں نے کہا یہ مدینہ ہے۔ اس نے کہا اتر جاؤ میرا اسلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا اور عرض کرنا آپ کا بھائی خضرؑ آپ کو سلام کہتا ہے ۱۹۳

خضرؑ کو فوت ہوئے زمانے گزر گئے لیکن تبلیغی جماعت کے ہاں وہ آج بھی ترسیل کا کام کرتے ہیں کہیں مسافروں کو منزل مقصود تک لاتے ہیں اور کہیں پانی پلاتے کھانا کھلاتے نظر آتے ہیں۔ اور کہیں (نعوذ باللہ من ذلک) عاشق و معشوق کا ملاپ کرواتے ہیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک بزرگ کہتے ہیں۔ کہ میں حجاز کے جنگل میں کئی دن تک اسی حالت میں رہا۔ کہ کچھ نہ کھایا۔ ایک دن میرا دل روٹی اور گرم گرم باقلا (عرب کا مشہور سالن لوبیے کی قسم کا ہوتا ہے) کو چاہا۔ میں نے سوچا کہ میں جنگل بیاباں میں ہوں اور یہاں سے عراق تک کی مسافت بہت دور ہے۔ یہاں گرم گرم باقلا کہاں۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ ایک بدو آواز لگاتا ملا۔ لے لو روٹی گرم باقلا۔ میں اس کی طرف بڑھا میں نے پوچھا گرم ہے۔ کہنے لگا ہاں ہے۔ اور اپنی لنگی بچھائی۔ اس پر روٹی اور گرم گرم باقلا رکھ دیا۔ اور کہا لو کھاؤ میں نے کھایا کہنے لگا اور کھاؤ میں نے اور کھایا۔ پھر تیسری مرتبہ اس نے تقاضا کیا میں نے اور بھی کھالیا۔ پھر چوتھی مرتبہ اس نے جب تقاضا کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس ذات کے حق ہونے کی قسم جس نے تجھے میرے لئے اس جنگل بیاباں میں بھیجا تو مجھے یہ تو بتا کہ تو کون ہے۔ کہنے لگے میں خضر ہوں۔ یہ کہہ کر غائب ہوگئے۔ (روض)

۱۹۴ کہاں بدو کہاں نبی و پیغمبر خضرؑ کی ایک اور کہانی بھی زکریا صاحب کی زبانی سن لیجیئے۔

"ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک مرتبہ قبض (دل تنگی) اور خوف کا شدید غلبہ ہوا میں پریشان حال ہو کر بغیر سواری اور توشہ کے مکہ مکرمہ چل دیا۔ تین دن تک اسی طرح بغیر کھائے پیئے چلتا رہا۔ چوتھے دن مجھے پیاس کی شدت سے اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا۔ اور جنگل میں کہیں سایہ دار درخت کا بھی پتہ نہ تھا۔ کہ اس کے سایہ میں ہی بیٹھ جاتا۔ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا اور مجھے نیند سی آ گئی۔ تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ میری طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ تم صحیح سالم حج بھی کرو گے اور قبر اطہر کی زیارت بھی کرو گے۔ میں نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں۔ فرمایا میں خضر ہوں۔ میں نے عرض کیا میرے لئے دعا کیجیئے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے جب بھی کبھی تنگی یا آفت آئی تو خضرؑ کی بتائی ہوئی دعا پڑھی۔ میں ان کی فضیلت اور ان کے احسان کا معترف ہو۔ اور اس نعمت پر اللہ پاک کا شکر گزار ہوں۔ ۱۹۵

زکریا صاحب خضرؑ ایک بتلایا ہوا ایک اور نسخہ لکھتے ہیں کہ

"ابدال میں سے ایک بزرگ نے حضرت خضرؑ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل بتائیے جو میں رات میں کیا کروں انہوں نے فرمایا کہ مغرب سے عشاء تک نفلوں میں مشغول رہا کر کسی شخص سے بات نہ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (نفلوں کو اس اس طریقے سے ادا کر کے۔۔۔۔۔۔) دائیں کروٹ پر قبلے کی طرف منہ کر کے لیٹ جا اور سونے تک درود شریف پڑھتا رہ جو شخص یقین اور نیک نیتی کے ساتھ اس عمل پر مداومت کرے گا مرنے سے پہلے حضور اقدس کو خواب میں ضرور دیکھے گا۔ بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا انہوں نے دیکھا وہ جنت گئے۔ وہاں انبیاء کرام اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ان سے بات کرنے کا شرف

حاصل ہوا۔ ۱۹۶

طبیعت پر گرانی نہ ہوئی ہو تو ایک قصہ اور سن لیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

رزاق سے احادیث سننا

ابدال میں سے ایک شخص نے حضرت خضرؑ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا بھی کوئی ولی دیکھا ہے؟ فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے۔ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حاضر تھا۔ میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں۔ اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے۔ اور مسجد کے ایک کونہ میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے۔ میں نے اس جوان سے کہا تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سن رہا ہے تم ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں۔ جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں۔ نہ کہ اس کے عبد سے۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا اگر تمہارا کہنا حق ہے۔ تو بتاؤ کہ میں کون ہوں۔ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضرؑ ہیں۔ حضرت خضرؑ فرماتے ہیں اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جن کے علو مرتبہ کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہچانتا۔ حق تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان سے نفع پہنچائے آمین ۱۹۷ پڑھتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھئے۔ کہ جس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خود رزاق سے احادیث سنتا ہے کوئی نبی نہیں بلکہ امتی ہے۔ لیجئے ان تمام واقعات سے عجیب واقعہ، لکھتے ہیں۔

خضر علیہ السلام کی حاضری اور غیر حاضری

لکھتے ہیں ۔ "ایک بزرگ حضرت خضرؑ سے اپنی ملاقات کا بہت طویل قصہ نقل کرتے ہیں۔

آخر میں حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھتا ہوں۔ اور طلوع

آفتاب تک حطیم میں رکن شامی کے قریب بیٹھتا ہوں۔ اور ظہر کی نماز مدینہ طیبہ میں پڑھتا ہوں اور عصر کی بیت المقدس میں اور مغرب کی طور سینا پر اور عشا کی سد سکندری پر (روض) ۱۹۸ (اتنی سپیڈ اللہ رے کرم) اس واقعہ کی تحقیق کے لئے ایک شخص زکریا صاحب کو یہ خط لکھتے ہیں۔

"میں اس وقت حرم محترم میں ہوں۔ چونکہ جناب نے فضائل حج میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں پڑھتے ہیں۔ اور اشراق کی نماز تک رکن شامی پر رہتے ہیں۔ جب رکن شامی پر بعد نماز صبح میں نے جا کر دیکھا تو چند داڑھی منڈے حطیم میں اور رکن شامی پر پائے گئے۔ ممکن ہے مکہ شریف والوں کی صحبت میں حضرت خضر علیہ السلام نے ڈاڑھی منڈوا دی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کو نہیں پہنچانا۔ ورنہ فضائل حج کی روایت گویا قرآن کی آیت ہے استغفراللہ استغفراللہ ۱۹۹

زکریا صاحب اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

"اور فضائل حج پر تو بہت ہی غیظ و غضب بہا دیا۔ جس میں حضرت خضر علیہ السلام کے رکن شامی پر نہ ملنے پر بہت غصہ ہے-------- حضرت خضر علیہ السلام کو اگر مقررہ جگہ پر آپ نہ پا سکے ہوں تو اس سے نہ تو ان کے وجود کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی ان کا داڑھی منڈا ہونا لازم آتا ہے۔ اول تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حرم میں فلاں جگہ میں بیٹھا کرتا ہوں۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہی نہیں کہ اس جگہ کے سوا کسی دوسری جگہ نہیں بیٹھتا۔ (افسوس یہ مکتوب اسی قدر دستیاب ہو سکا شاہد ۲۰۰) اس نامکمل خط سے کم از کم آپ کو یہ معلوم تو ہو گیا کہ زکریا صاحب کا بھی بدعتیوں کی طرح خضر علیہ السلام کو اب تک زندہ ماننے کا عقیدہ ہے۔ ورنہ زکریا صاحب نبیؐ کی یہ حدیث ہی سن کر اپنا عقیدہ سنوار لیتے کہ جس میں رسول اللہ اپنے صحابہ سے یہ کہتے ہیں کہ ۱۰۰ سال کے بعد جو اب زندہ ہیں وہ وفات پا جائیں گے۔ اگر بالفرض محال حضرت خضرؑ اس وقت زندہ تھے۔ تو نبیؐ کی پیشین گوئی کے مطابق وہ تو وفات پا گئے۔ یا تو زکریا صاحب کے عقیدے کو غلط کہے یا نعوذ باللہ

رسول اللہؐ کے فرمان کو جھٹلائیے کہ آپ نے غلط فرمایا۔ لیجیئے حضرت خضرؑ کے ذریعے عاشق و معشوق کا ملاپ۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

عاشق و معشوق کا ملاپ

کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی ایک بت پرست لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ قصہ مختصر ایک سال تک معشوق کی بستی میں رہ کر (لڑکی سے شادی کے لئے) ایک سال تک سور چرائے۔ آخر کار اس جنگل سے نکلے۔ اب عاشق و معشوق کا دوبارہ ملاپ خضرؑ کیسے کرواتے ہیں سنیئے۔

"شیخ (لڑکی سے خطاب کر کے) تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا۔ اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا۔ لڑکی اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو میرا دل ہی جانتا ہے۔ نہ بھوک رہی نہ پیاس نیند تو کہاں آتی۔ میں رات بھر اسی اضطراب میں

رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی۔ اور اسی غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

میں۔ (اسی عالم خواب میں اس شخص کو خطاب کر کے) شیخ کا دین کیا ہے؟

شخص۔ اس کا دین اسلام ہے۔

میں۔ اسلام کیا چیز ہے؟

شخص۔ اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں۔

میں۔ تو اچھا میں شیخ کے پاس کیسے پہنچ سکتی ہوں؟

شخص۔ ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ ---------- میں دے دو۔

میں۔ بہت اچھا" یہ کہا اور کھڑی ہو گئی" اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔

شخص۔ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر بولے بس کھول دو۔
میں نے آنکھیں کھولیں اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا۔ اب میں متحیر ہوں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں۔ کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔
اس شخص نے آپ کے حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے۔ وہاں چلی جاؤ۔ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارے کے موافق یہاں پہنچ گئی اور اب آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے مسلمان کر لیجیے ۲۰۱
کہاں انبیاء کی عزت اور کہاں اس قسم کی خرافات و واہیات۔ اللہ کی پناہ اس قسم کے واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ زکریا صاحب کے عقیدہ میں خرابی ہے۔ لہذا ہر قسم کے شرک کو وہ بڑی بشاشت سے قبول فرما لیتے ہیں۔ بلکہ بریلوی حضرات کو بھی دو قدم پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً
علم غیب کا مسئلہ کوئی اختلافی تو نہیں۔ علمائے دیوبند تو ہمیشہ سے اللہ کے علاوہ ہر ایک کے لئے علم غیب کی نفی کرتے چلے آئے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے جیسا کہ ارشد القادری صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں "غیبی علم و ادراک کی جو قوتیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقربین کے حق میں تسلیم کرنا یہ حضرات کفر و شرک سمجھتے ہیں وہی "اپنے مولانا" کے حق میں کیونکر اسلام و ایمان بن گیا ہے" مندرجہ ذیل واقعات پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ علم غیب کا وہ عقیدہ جس پر یہ پچاس سال سے جنگ کرتے آرہے ہیں وہ عقیدہ اپنے علماء کے حق میں کتنی بشاشت سے قبول کر رہے ہیں اب غیب دانی کے سوال پر نہ تو اسلام کی کوئی دیوار منہدم ہوئی اور نہ قرآن و حدیث سے کسی قسم کا تصادم لازم آیا"

قرآن کی اس آیت کے بعد کس کی یہ جرات ہے کہ وہ کہہ سکے کہ فلاں فلاں حضرت غیب دان تھے

"قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ سورۃ النحل آیت: ٦٥

اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا۔ لیکن کیا کیجئے تبلیغی جماعت کے حضرات کا کہ ان کے نزدیک انسان تو انسان جانور اور وہ بھی خنزیر تک علم غیب جانتے ہیں۔

زکریا صاحب شیخ ابو عبداللہ اندلسی کا عشق و معشوقی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کا اور ان کے مریدوں کے رونے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"خنزیر ان کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا تڑپنا اور چلانا شروع کر دیا اور اس زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے، یہ میدان حشر کا نمونہ بن گیا ۲۰۲

معدہ عالم الغیب

اس طرح زکریا صاحب اپنی نانی کے دادا حضرت مولانا مظفر حسنین صاحب قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "کسی مشتبہ مال کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا معدہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی جگہ غلطی سے بھی مشتبہ مال کھانیکی نوبت آجاتی تو فوراً قے ہو جاتی تھی ۲۰۳

یعنی خود ہی نہیں بلکہ معدہ بھی غیب سے واقف تھا۔ لیجیئے ایک اور علم غیب کی مثال۔

زکریا صاحب لکھتے ہیں "شیخ عبدالعزیز دباغ ابھی قریب ہی زمانے میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو بالکل امی تھے مگر قرآن شریف کی آیت۔ حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے۔ کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے۔ اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نور نہیں ہوتے ۲۰۴

مجذوب کا علم غیب

یہ تو بزرگوں کا علم غیب تھا۔ اب مجذوبوں کا علم غیب بھی سنتے جائیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک معتمد" دوست نے راقم سے ایک خوشنویس لکھنؤ کی حکایت بیان کی۔ ان کی عادت تھی۔ کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اسی غرض سے بنائی تھی۔ لکھ لیتے اس کے بعد کام شروع کرتے جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے ایک مجذوب آنکلے اور کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے۔ وہ بیاض سرکار میں پیش ہے۔ اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔ ص ۲۰۴

مجذوب کا علم غیب کا ایک اور قصہ سماعت فرمائیے۔ (فضائل درود)

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ ابویزید قرطبی فرماتے ہیں۔ میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھے۔ اس کو دوزخ کی آگ سے نجات مل جائے گی۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا۔ اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔

ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ کہ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور اس کا سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا۔ اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی۔ مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصے

سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار میں نے سنی تھی۔ اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا (فضائل ذکر تبلیغی نصاب ص ۵۷۶)

عورت علیم بذات الصدور

اسی طرح ایک عورت کا واقعہ سنیئے جو "علیم بذات الصدور" ہے۔ "حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا۔ مجھے بڑی مشقت اٹھانا پڑی اور بڑی مصیبت پیش آئی۔ جس کو میں نے برداشت کیا۔ اور خندہ پیشانی سے اس پر صبر کیا جب میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ تو مجھ میں اس کارنامے پر ایک عجب سا تکبر پیدا ہوا طواف ہی کی حالت میں پیچھے سے ایک بڑھیا نے آواز دی کہ ابراہیم اس جنگل میں یہ بندی بھی تیرے ہی ساتھ تھی۔ مگر میں نے تجھ سے اس لئے کوئی بات نہیں کی تھی کہ اللہ جل شانہ سے تیرا دھیان ہٹ کر دوسری طرف لگے گا یہ وسوسہ جو تجھے اس وقت آگیا اس کو اپنے دل سے نکال دے (فضائل حج عکسی ۲۰۰)

ڈھلتے گناہ کا دیکھنا

علم غیب سے متعلق ایک واقعہ جسے امام ابو حنیفہ کی فضلیت میں گھڑا گیا سماعت فرمائیے "علامہ شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ ڈھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانے میں تشریف فرما تھے۔ ایک جوان وضو کر رہا تھا۔ اس کے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا۔ اس کو چپکے سے نصیحت کی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت بڑا عیب ہے اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا۔ کہ شراب

خوری لہولعب کا پانی گر رہا ہے۔ اس کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد اللہ جل جلالہ سے دعا کی اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ (تبلیغی نصاب ص ۶۴۸ - ص ۳۳۱)

حالی نے صحیح کہا تھا کہ نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں۔ اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں۔ امام کی فضیلت میں تو واقعہ گھڑ لیا مگر نہ سوچا۔ کہ یہ فضیلت تو نبیؐ کے پاس بھی نہ تھی۔ ورنہ آپ عائشہؓ سے واقعہ تہمت میں یہ نہ کہتے۔ ان الممت بذنب فاستغفری لذنبک (الحدیث) اگر تو نے کوئی گناہ کر لیا ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بلکہ کہتے وضو کر لیں دیکھ لیتا ہوں کہ گناہ ہوا یا نہیں۔ اسی طرح مجرموں سے وضو کرواتے اور سزا دیتے۔ اور جب زکریا صاحب کو ایک شخص نے امام ابوحنیفہ کے کشف پر یہ لکھا کہ۔

"نیز صفحہ بارہ پر امام اعظم کا کشف بے بنیاد ہے، حضرت شعرانی صاحب ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں" ۲۰۵ تو زکریا صاحب اس کا یوں جواب دیتے ہیں۔

"امام صاحب کا کشف در بارہ ماء مستعمل ایک نہایت معروف چیز ہے۔ اس وجہ سے اس کو رد کر دینا کہ علامہ شعرانی نے اس کو لکھ دیا۔ تشدد و مفرط نہیں تو اور کیا ہے۔ صحیح احادیث میں کثرت سے وضو کرنے سے اعضاء کا معاصی سے پاک ہو جانا منقول ہے۔ صاحب ہدایہ نے ماء مستعمل کی نجاست کی علت انتقال الاثام الیہ لکھا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے سعایہ میں امام صاحب کے اس واقعہ کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ امام صاحب کے مناقب میں اس نوع کے متعدد واقعات ہیں اور یہ چیز تو میرا خیال ہے کہ ہر زمانے کے اکابر میں اکثر پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ نوعیت معصیت کا ان کو کشف ہو جاتا ہے۔ پھر جو کشف صحیح احادیث سے ثابت ہو اس میں نہ معلوم آپ کو کیوں اشکال پیش آیا ۲۰۶

استنجے نہ کر سکنا

اور پھر جب ایک صاحب اس واقعے (جو آگے آ رہا ہے) پر کہ رائپوری صاحب کے

ایک خادم استنجے کو ہر جگہ انوار ہونے کی وجہ سے نہ جاسکتے تھے پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"استنجاء میں نہ جاسکنے کا واقعہ کیا ہی عجیب ہے بیت الخلاء بھلا انوار کی جگہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو خبائث اور جنات کا مرکز ہے۲۰۷ تو زکریا صاحب اس کا یوں جواب دیتے ہیں۔ "بیت الخلاء کا محل خبائث و جنات ہونا بندے کے خیال میں اس کے تو منافی نہیں کہ وہاں انوار نہیں ہوسکتے کون سی جگہ ایسی ہوگی جہاں اللہ کا نور نہ ہو "اللہ نور السموٰت والارض" کی تفسیر بیان القرآن حصہ مسائل السلوک میں ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن اس سے قطع نظر غالباً "آپ کو کبھی رائے پور جانے کی شاید نوبت نہیں آئی۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے زمانے میں بلکہ اب بھی خدام جنگل ہی میں جاتے ہیں اور رائے پور کا جنگل بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں انوار سے کتنا معمور ہوگا اس میں کیا بتاسکتا ہوں ۲۰۸

یہ تو تھے استنجے کو جاتے ہوئے انوارات اب ذرا ویسے ملاحظہ فرمائیے۔

حرم میں نور

زکریا صاحب لکھتے ہیں "تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت مسجد حرام میں طواف قدوم کے لئے تشریف لائے۔ تو احقر مولانا محب الدین صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا درود پڑھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اس وقت حرم میں کون آگیا ہے کہ دفعتاً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گزرے مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا ہے ۲۰۹ یہ ہے ان کی اڑان۔

وہ واقعہ جس کے اعتراضات کا جواب پچھلے صفحات میں گزرا ملاحظہ فرمائیے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں"

ہمارے مولانا الشاہ عبدالرحیم رائپوری نوراللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے۔ جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے۔ کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں۔ جس میں کسی قسم کی تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کچھ حصہ ملتا ہے۔ وہ اس حصہ کے بقدر احوال معلوم کرلیتے تھے۔ ۲۱۰

خزانے ہی خزانے

زکریا صاحب اسی قبیل کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں۔ "ایک شخص مکہ کے رہنے والے لکھتے ہیں کہ میرے پاس کچھ دراہم تھے جن کو میں نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے رکھا تھا۔ میں نے ایک فقیر کی آواز سنی جو طواف سے فارغ ہو کر بہت آہستہ سے (کعبہ کا پردہ پکڑ کر) کہہ رہے تھے اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں بھوکا ہوں اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ننگا ہوں۔ اے وہ ذات پاک جو دوسروں کو دیکھتی ہے۔ اس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ میں نے جو اس فقیر کی طرف نگاہ کی تو ان کے بدن پر دو پرانی چادریں تھیں جن سے ان کا بدن ڈھکا بھی نہ جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میرے دراھم کا مصرف ان سے بہتر نہیں ملے گا۔ میں نے وہ سب ان کے سامنے پیش کر دیئے۔ انہوں نے ان میں سے صرف پانچ درھم لے کر باقی مجھے واپس کر دیئے۔ اور یہ کہا کہ چار درھم دو لنگیوں کی قیمت ہے اور ایک درھم تین دن کھانے میں خرچ ہو جائے گا۔ میں نے دوسری رات کو ان کو دیکھا کہ دو نئی لنگیاں ان کے بدن پر تھیں میرے دل میں ان کی طرف سے کچھ خطرہ گزرا انہوں نے مجھے دیکھا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ طواف کروایا۔ تو طواف کے ساتوں چکروں کے ہر پھیرے میں میرے پاؤں کے نیچے معدنیات بھرے پڑے تھے۔ کہ پاؤں کے نیچے وہ حرکت کرتے تھے۔ جس میں سونا چاندی یاقوت موتی اور جواہرات تھے مجھے وہ نظر آرہے تھے۔ اور لوگوں کو نظر نہیں

آتے تھے۔ اس کے بعد ان صاحب نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے یہ سب کچھ مجھے عطا فرما رکھا ہے۔ لیکن میں اس میں سے لینا نہیں چاہتا۔ لوگوں کے ہاتھ سے لے کر خرچ کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اس میں ان لوگوں کا نفع ہے جن سے لوں اور ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ ۲۱۱

غیب کا وہ نقشہ جسے قرآن قیامت کے دن ظاہر کرنے کا اعلان کر رہا ہے۔

واخرجت الارض اثقالها (الآیتہ)

اور زمین اپنے بوجھ (خزانے) باہر نکال دے گی۔ فقیر صاحب خود بھی دیکھ رہے ہیں اور اپنے ساتھی کو بھی دکھا رہے ہیں "اللہ اکبر" لیجیئے ایک عورت کا علم غیب ملاحظہ فرمائیے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

بھیڑیے بکریاں اکٹھے

"حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میں تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا۔ کہ یا اللہ جنت میں جو میرا رفیق ہو اس کی مجھے دنیا میں ملاقات کرا دے۔ تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا۔ کہ تیری ساتھی میمونہ سودا ہے (جو ایک حبشی عورت تھیں اتنی کالی کہ ان کا لقب ہی سودا ہو گیا تھا) میں نے پوچھا کہ وہ کہاں ملیں گی۔ مجھے بتایا گیا کہ کوفہ کے فلاں قبیلہ میں ہیں۔ میں ان سے ملنے چل دیا۔ کوفہ پہنچ کر میں نے ان کا حال دریافت کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتی ہیں۔ فلاں جنگل میں ہیں میں اس جنگل میں پہنچا۔ وہ ایک گدڑی اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ ان کے قریب ہی بکریاں اور بھیڑیے اکٹھے چر رہے تھے۔ جب میں پہنچا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگیں۔ عبدالواحد آج نہیں، آج تو چلے جاؤ۔ ملاقات کا وعدہ کل کو (قیامت میں) ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں عبدالواحد ہوں کہنے لگیں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ روحیں (ازل میں) سب ایک لشکر کی طرح مجتمع تھیں۔ جن کا وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان کا یہی تعارف ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں

کے ساتھ ہی چر رہی ہیں۔ بھیڑیئے ان کو کچھ کہتے نہیں کہنے لگیں کہ جا اپنا کام کر میں نے اپنے سردار سے صلح کر لی اس نے میری بکریوں اور بھیڑیوں میں صلح کر دی (روض)

اب زکریا صاحب کی بھی رگ پھڑکتی دیکھئے۔

یہ عجیب بات میں نے اپنے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب کے یہاں ہمیشہ دیکھی کہ ان کے مکان میں کئی کئی بلیاں اور مرغیاں تمام دن مکان میں اکٹھی پھرتی رہتیں پڑی گری چیزیں کھاتی رہتیں۔ نہ وہ مرغیاں بلیوں سے بھاگتیں نہ وہ بلیاں مرغیوں کو کچھ کہتیں۔۲۱۲

پہلے تو عبدالواحد صاحب کو اپنے جنت میں جانے کا یقین ہوگیا۔ اسی طرح میمونہ سودا کو بھی، اب ذرا شیطان کی گفتگو سے آگاہی حاصل کرنے والوں کا واقعہ بھی سن لیں زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

شیطان ننگا

حضرت جنید سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں۔ آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا۔ اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں۔ کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ ۲۱۳

غیب ہی غیب

اب لیجیئے علم غیب کے متعلق چند اور واقعات سن لیجیئے۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

۱۔ ۳۸ھ میں جب میرا پہلا سفر حج حضرت سہارنپوری کے ساتھ ہوا، تو اس سفر میں (مولانا محب الدین صاحب باحیات تھے) حضرت سہارنپوری سے مصافحہ

کرتے ہوئے فرمایا سولانا آپ یہاں کہاں آگئے۔ یہاں تو قیامت کبریٰ قائم ہونے والی ہے۔ فوراً رمضان کے بعد ہندوستان واپس لوٹ جاؤ۔" ۲۱۴

تقی الدین صاحب اسے مولانا محب الدین صاحب کا ایک کشف مانتے ہیں کیونکہ مولانا نے آنے والی مصیبت کی اطلاع پہلے ہی دے دی۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

۲۔ میرے چچا جان نے انتقال کے وقت آخری رات میں فرمایا تھا کہ "میرا جی چاہتا ہے کہ خوب غسل کروں، اچھے کپڑے پہنوں، اور خوشبو لگاؤں، یہ بھی فرمایا تھا کہ آج میری آخری رات ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اچھی طرح رہوں ۲۱۵

۳۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔ "حادثہ کی رات میں میری والدہ مرحومہ پر کوئی خاص تغیر نہ تھا۔ مگر انہوں نے افطار کے بعد شدید اصرار سب پر کیا۔ کہ روٹی جلد کھاویں" جب میں حکیم جی کی مسجد میں پہنچا تو حکیم صاحب نے فرمایا آج صرف آدھا سپارہ پڑھنا ہے۔ میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا کہ چل چل جلدی پڑھ۔ اور جلدی سے تراویح ختم کرا کر یوں کہا کہ سیدھے دارالطلبہ نہ جانا والدہ کی خیر خبر لے کر جانا مجھے اس وقت تک کوئی وہم بھی اس قسم کا نہ تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو میری والدہ کو نزع شروع ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تو اللہ کے یہاں پہنچ گئیں۔ ۲۱۶

۴۔ ایک جگہ زکریا صاحب غیب سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں۔

"ایک مرتبہ مولوی محمد قاسم صاحب افسر بندوبست گوالیار کسی جرم میں ماخوذ ہوگئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپیہ کا مطالبہ ہوا تو بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ ان کے بھائی صاحب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو مولانا نے فرمایا گنگوہ جاؤ اور مولانا رشید احمد صاحب سے دعا کراؤ تمہاری تمام مشکل کشائی مولانا گنگوہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور روئے زمین کے تمام اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔ ہاں اگر مولانا گنگوہی دعا کریں تو کامیاب ہو جاؤ گے چنانچہ گنگوہ آئے اور دعا کرائی اور برأت ہوگی ۲۱۷

اتنا علم کے دنیا کے تمام ولی بھی مل کر دعا کریں تو مشکل کشائی نہ ہو۔ (اسے ہی تو کہتے ہیں غیب دانی)

۴۔ زکریا صاحب ——— ایک جلسہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ اس اجتماع میں بہت سے جنات شریک تھے۔ جن میں صحابی اور تابعی بھی تھے" ۲۱۸

یہ تو علم غیب سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کونسا جن صحابی ہے اور تابعی یا پھر کسی جن سے یاری دوستی کے ذریعے۔

صاحب کشف

علم غیب کو معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس کشف نامی اصطلاح ہے جس کے ذریعے پوشیدہ سے پوشیدہ چیز دریافت کر لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

زکریا صاحب کا تعارف کرواتے ہوئے مفتی عزیز الرحمن بجنوری صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کی ذات میں "نہایت اونچے درجے کا کشف" بھی تھا ۲۱۹ ایک جگہ زکریا صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "کشف تصرف۔ خطرات قلب پر آگاہ ہونا بکثرت مشاہدہ کیا ہے" ۲۲۰

اقبال صاحب حضرت منشی رحمت علی صاحب (جو قوت نسبت باطنی ادراک، کشف اور روشن ضمیری میں خاص طور پر مشہور تھے) کا قول ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت شیخ کے اسی بچپن کے زمانے میں فرما دیا تھا۔ کہ یہ (حضرت شیخ) اپنے چچا (مجدد تبلیغ حضرت شاہ محمد الیاس) سے تو ابھی سے بڑھ گیا ہے ان کے کشف کی تائید خود حضرت کے چچا جان کے ارشادات میں آگے آئے گی ۲۲۱

ایک جگہ زکریا صاحب کی حالات زندگی لکھتے ہوئے مفتی عزیز الرحمن صاحب شاہ عبدالقادر رائپوری (جنہوں نے زکریا صاحب کے بارے میں تعریفی کلمات لکھے تھے) کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں "حضرت شاہ صاحب کا کشف بہت نمایاں تھا۔ ان کی نظر تصرف بہت تیز تھی۔ وہ "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" کا مصداق تھے" ۲۲۲

صوفی اقبال صاحب شیخ الحدیث صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"ایک صاحب کشف بزرگ نے سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت شیخ کے متعلق امام عصرہ برکتہ دھرہ کا خطاب دیتے سنا۔ جس کا اثر محدث شہر علامہ محمد یوسف بنوری پر اس طرح ہوا کہ انہوں نے نام نامی کے ساتھ برکتہ الدھر لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ۲۲۳ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

قبر والے سے گفتگو

"ایک بزرگ جو میرے والد کے دوست اور مخلص خدام میں تھے۔ وہ بڑے صاحب کشف تھے۔ کشف قبور میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ والد صاحب کے انتقال کے دوسرے دن ان کی قبر پر حاضر ہوئے والد صاحب نے ان سے تین باتیں فرمائیں۔
۱۔ والد صاحب کے مخالفین بہت تھے۔ فرمایا کہ مولوی زکریا سے کہدیجئے کہ ان کی فکر نہ کرو یہ خود اپنا نقصان اٹھائیں گے۔
۲۔ والد صاحب پر قرض بہت تھا۔ اس کے مانگنے والے بہت تھے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اس کی فکر نہ کرو (الحمدللہ سب ادا ہو گیا)۔
۳۔ بزرگوں سے ڈرتے رہنا ان کی الٹی بھی سیدھی ہے"
خود سوچیئے مرنے کے بعد قبر پر جا کر مردے سے گفتگو کرنا۔ اور مردے کا اپنے گھر والوں کو نصیحت کرنا۔ کیا توحید کی یہی شق باقی تھی۔ یا اس میں یہی کمی رہ گئی تھی۔ "استغفر اللہ من ھذہ الغرافات"
اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "علیم بذات الصدور" بھی ہے اور اس صفت میں کوئی شریک نہیں۔ اسی لئے اللہ فرماتا ہے۔
"و نعلم ما توسوس بہ نفسہ، (ق ۲۴) ہم جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا وسوسے آتے ہیں۔ اب ذرا تبلیغی جماعت والوں کا عقیدہ سن لیجئے۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

علیم بذات الصدور

"حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے اپنے مکاتیب میں ایک بڑا قابل عبرت قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کی عیادت کو گیا وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انتقال کا وقت بالکل قریب ہے۔ میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا ہر چند میں نے توجہ کی کہ اس کے دل پر سے یہ ظلمتیں دور ہو جائیں مگر دور نہ ہوئیں۔ بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہل کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ تو توجہ سے زائل نہ ہونگی۔ جہنم کے عذاب ہی سے زائل ہوں گی (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم) ۲۲۴

یعنی ان کو بھی دل کے رازوں کا علم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

ربکم اعلم بما فی نفو سکم (بنی اسرائیل ع ۳)

اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔

زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

"مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں ملا علی قاری نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ حج کو گئے وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر زارو قطار رو رہا ہے۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس کے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی اللہ سے واصل نہیں تھا۔ اس کے بعد میں منیٰ گیا ایام منیٰ تاجروں کی شدید مشغولیت کے ہوتے ہیں۔ وہاں میں نے ایک تاجر کو دیکھا کہ اس نے ہزاروں کا کپڑا فروخت کیا جب میں اس کے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اپنی اس مشغولیت میں بھی ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے غافل نہیں تھا ۲۲۵

دیکھا کیسی غضب کی نقب زنی ہے۔ اسی قسم کے چند اور واقعات سن لیجئے۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری مولانا محمد یوسف کے حالات زندگی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ میں نے حضرت جی سے کبھی اپنا خیال ظاہر نہیں کیا تھا۔ آج کی مجلس میں سوچ رہا تھا کہ حضرت جی اپنے بچپن کے کچھ حالات

بیان فرما دیتے تو میری جمع کردہ یادداشت میں ایک تسلسل قائم ہو جاتا حضرت نے غالباً اس خیال کو محسوس کر لیا۔ اور اپنے ابتدائی حالات بتلانے شروع کر دیئے ۲۲۶ یہاں تو خیال تک کو محسوس کرنے کی صلاحیت ہے۔ جو خاصہ خداوندی ہے۔ ایک عجیب وغریب واقعہ اور سن لیجئے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

۲۔ حضرت شقیق بلخی فرماتے ہیں۔ کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کو جا رہا تھا۔ راستہ میں قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے) میں اترا۔ میں لوگوں کی زیب وزینت اور ان کا ہجوم کثرت دیکھ رہا تھا۔ میری نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی۔ کہ اس نے کپڑوں کے اوپر ایک بالوں کا کپڑا پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں جوتا بھی تھا۔ اور سب سے علیحدہ بیٹھا تھا۔ میں نے خیال کیا یہ لڑکا صوفی قسم کے آدمیوں میں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ راستہ میں دوسروں پر بوجھ ہی بنے گا۔ میں اس کو جا کر فہمائش کروں۔ اس خیال سے میں اس کے قریب گیا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا کہنے لگا اے شقیق۔

اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات)

بدگمانی سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں" اور یہ کہہ کر مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے سوچا کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہو گئی میرا نام لے کر (حالانکہ مجھ کو جانتا بھی نہیں) میرے دل کی بات کہہ کر چل دیا۔ یہ تو کوئی واقعی بزرگ آدمی ہے۔ میں ان کے پاس جا کر اپنے گمان کی معافی کراؤں۔ میں جلدی جلدی اس کے پیچھے چلا مگر وہ

میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پتہ نہ چلا۔ جب ہم واقعہ پہنچے تو دفعتہً اس پر نظر پڑی کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا بدن کانپ رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں میں نے اس کو پہچان لیا۔ اور اس کی طرف بڑھا تا کہ اپنے اس گمان کی معافی کراؤں۔ مگر میں نے اس کی نماز سے فراغت کا انتظار کیا اور جب وہ سلام پھیر کر بیٹھا۔ تو میں اس کی طرف بڑھا جب اس نے مجھ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو کہنے لگا اے شقیق پڑھو۔

و انی لغفار لمن تاب وآمن و عمل صالحاً ثم اھتدی (سورۃ

طٰہٰ - ۴)

اور بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا ہوں ایسے لوگوں کا جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور پھر سیدھے راستہ پر قائم رہیں۔ یہ آیت پڑھ کر وہ پھر چلدیا میں نے کہا یہ شخص تو ابدال میں سے معلوم ہوتا ہے۔ دو مرتبہ میرے دل کی بات پر متنبہ کر چکا، پھر جب ہم زبالا میں پہنچے تو دفعتاً میری نظر اس جوان پر پڑی، کہ وہ ایک کنویں پر کھڑا ہے۔ ایک بڑا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور کنویں سے پانی لینے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ وہ پیالہ کنویں میں گر پڑا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور ایک شعر پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ "تو ہی میرا پرورش کرنے والا ہے۔ جب میں پیاسا ہوں پانی سے اور تو ہی میری روزی (کا ذریعہ) ہے جب میں کھانے کا ارادہ کروں اس کے بعد اس نے کہا اے میرے اللہ تجھے معلوم ہے اے میرے معبود میرے آقا کہ اس پیالے کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پس اس پیالے سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ شقیق کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر کو آگیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور پیالہ پانی سے بھر کر نکال لیا۔ اول وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد ریت اکٹھا کر کے ایک ایک مٹھی بھر کر اس پیالے میں ڈالتا جاتا تھا۔ اور اس کو ہلا کر پی رہا تھا میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے اس میں سے کچھ اپنا بچا ہوا مجھے بھی کھلا دیجئے۔ کہنے لگا کہ شقیق اللہ جل شانہ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہم پر رہی ہیں۔ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ یہ کہہ کر وہ پیالہ مجھے دیدیا۔ میں نے جو اس کو پیا تو خدا کی قسم اس میں ستو اور شکر گھلی ہوئی تھی۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ جس کی برکت سے کئی دن تک نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس لگی (اس کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد دیکھا اور ان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا یہ جعفر صادق ہیں) مجھے تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ عجائب واقعی ایسے ہی سید کے ہونے چاہیئیں۔ (اب ذرا زکریا صاحب کا تبصرہ بھی سن لیں) فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس خاندان ہی میں وہ خصوصی جوہر اور اخلاق کا کمال رکھا ہے۔ جہاں تک ہم جیسوں کی پرواز بھی نہیں ہے۔ سیدوں کے خاندان کا معمولی سے معمولی آدمی بھی کوئی عجیب عادت اپنے اندر رکھتا ہے۔ ۲۲۷

یہ ہے علیم بذات الصدور کی صفت غیر میں تسلیم کرنے کے بعد سید پرستی۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ

۳۔ ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے ایک فقیر کو دیکھا۔ اس پر دو پھٹے ہوئے کپڑے ہیں اور لوگوں سے سوال کر رہا ہے میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ایسے ہی لوگ آدمیوں پر بوجھ ہوتے ہیں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی۔

واعلموا ان الله یعلم مافی انفسکم فاحذروه (بقره ۲۰۴)

ترجمہ۔ اس کا یقین رکھو کہ اللہ جل شانہ جانتا ہے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہو۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں بدگمانی سے توبہ کی تو اس نے مجھے آواز دی اور یہ آیت پڑھی

وهو الذی یقبل التوبة عن عباده و یعفو عن السیئات (شوری ۳۴)

ترجمہ اور وہ ایسی پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے (روض) ۲۲۸

لگتا ایسے ہی ہے کہ وہ فقیر ہی (نعوذ باللہ) اللہ ہے وحدت الوجود کے نظریے کے مطابق اسی لئے تو دل کی بات معلوم کرلی۔

۴۔ ابو عبدالرحمن خفیف کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادے سے چلتا ہوا بغداد پہنچا۔ اور میرے دماغ میں صوفیانہ گھمنڈ تھا۔ یعنی عقیدت کی پختگی، مجاہدہ کی شدت اور اللہ کے ماسوی کو پس پشت ڈال دینا۔ میں نے چالیس دن تک کچھ نہیں کھایا نہ پیا اور حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا۔ اور میں ہر وقت باوضو رہتا۔

اسی حالت میں بغداد سے بھی چل دیا۔ میں نے جنگل میں ایک کنویں پر ایک ہرنی کو پانی پیتے دیکھا۔ مجھے بھی پیاس شدت کی لگ رہی تھی۔ جب میں کنویں کے قریب پہنچا تو وہ ہرنی مجھے دیکھ کر چلی گئی۔ اور کنویں کا پانی جو مَن تک آرہا تھا۔ اور ہرنی اس سے پی رہی تھی وہ بھی کنویں کے اندر نیچے اتر گیا میں آگے چل دیا۔ اور میں نے عرض کیا اے میرے سردار میری قدر تیرے یہاں اس ہرنی کے برابر بھی نہیں۔ تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی وہ یہ تھی کہ ہم نے تیرا امتحان لیا تھا۔ تو نے صبر نہ کیا (شکوہ شروع کر دیا) جا کنویں پر لوٹ جا پانی پی لے ہرنی بغیر پیالہ اور رسی کے آئی تھی۔ تیرے پاس پیالہ بھی تھا رسی بھی تھی۔ میں جب کنویں پر لوٹا تو وہ لبریز تھا۔ میں نے اپنا پیالہ بھر لیا۔ اس میں سے پانی بھی پیتا رہا۔ اور وضوء بھی کرتا رہا مگر وہ پانی ختم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد حج سے فارغ ہو کر جب میں بغداد پہنچا۔ اور جامع بغداد میں گیا تو حضرت جنید کی نظر مجھ پر پڑی۔ فرمانے لگے کہ اگر تو صبر کرتا تو پانی تیرے قدموں کے نیچے سے ابلنے لگتا۔ ۲۲۹ چالیس دن کھائے پیئے بغیر زندہ بھی رہا اور سفر بھی ہوتا رہا۔ اور پھر من گھڑت واقعے میں اس شخص کے دل کا حال بھی حضرت جنید کو ہو گیا۔ انہوں نے کیسے اس واقعہ کی اطلاع دے دی جس کا علم صرف اس آدمی کے دل کو تھا۔ اور دل کی بات صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ قل ان تخفوا مافی صدور کم اوتبدوہ یعلم اللہ (آل عمران ٦٩)

اے نبی ان سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر تم کوئی بات اپنے دل میں چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

۲۔ واللہ یعلم ماتسرون وما تعلنون (نحل ۱۹)

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپائے ہوئے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔

۳۔ وربک یعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون (قصص ٦٩)

اور تمہارا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔

۴۔ ان اللہ لایخفیٰ علیہ شیاء فی الارض ولافی السماء (آل عمران ۵)

بے شک زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

زکریا صاحب کے ان عقائد سے پناہ ہی مانگی جاسکتی ہے۔ کہ اللہ ہمارے عقیدوں کو ان خرابیوں سے محفوظ رکھے۔

موضوع احادیث اور زکریا صاحب

کتاب کے آخیر میں ہم آپ کو یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ

زکریا صاحب تبلیغی نصاب و فضائل صدقات کے من گھڑت واقعات کو موضوع اور ضعیف احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور حدیث کی تضعیف کی طرف عربی میں اشارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن ترجمے کرتے ہوئے حدیث پر محدثین کی جرح کا ترجمہ نہیں کرتے کہ کہیں (تبلیغی جماعت والے جن کی اکثریت صرف اردو پڑھ لکھ سکتی ہے) ان کو ان ضعیف احادیث کا علم نہ ہو جائے اور ان کا سارا پول نہ کھل جائے۔

آئیے ہم آپ کو چند احادیث کے من گھڑت ہونے اور اس پر زکریا صاحب کو تاویلات کا مینار کھڑا کرتے ہوئے دکھاتے ہیں۔

چند موضوع احادیث جن کو زکریا صاحب فضائل میں بڑی روانی سے اور بے دھڑک بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ زکریا صاحب تبلیغی نصاب ص ۲۹۲ پر فضائل قرآن کے باب میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سورۃ یٰسین پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے دس قرآن کا ثواب لکھتا ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں ۔ یہ موضوع ہے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۲۰۲/۱)

اسی طرح فضائل نماز کے باب میں تبلیغی نصاب ص ۳۹۴ پر بیان کردہ حدیث علامہ البانی کے نزدیک موضوع ہے (الجامع الصغیر رقم ۷۱۳)

اسی طرح فضائل کے باب میں تبلیغی نصاب ص ۵۷۹ پر بیان کردہ حدیث علامہ البانی کے نزدیک موضوع ہے (الجامع الصغیر رقم ۴۷۹۹) اس حدیث کی سند میں عبدالغفور الواسطی ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں۔ کان ممن یضع الحدیث۔ یہ واضعین حدیث میں سے تھا (ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ ۱/۱۰)

اسی طرح فضائل درود شریف کے باب میں تبلیغی نصاب ص ۶۹۸ پر زکریا صاحب نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی علی نائیاً ابلغته، (رواہ البیہقی)

جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ بنفس نفیس خود سننا بہت ہی قابل فخر قابل عزت، قابل لذت چیز ہے۔ اس لفاظی سے پہلے اگر یہ دیکھ لیا جاتا کہ اس حدیث کی حیثیت کیا ہے تو کافی تھا۔ علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے۔ (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۵۶۸۲ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ رقم ۲۰۳)

اسی طرح تبلیغی نصاب ص ۶۹۹ فضائل درود شریف پر یہ حدیث ("الانبیاء احیاء، فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں) بھی منکر ہے۔ (قال الذھبی خبر منکر میزان الاعتدال ۱/۴۶۰) امام ذھبی فرماتے ہیں یہ منکر روایت ہے۔ اور پھر زکریا صاحب ایک اور موضوع روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ جب آدم علیہ السلام سے دانہ کھانے کی خطاء صادر ہوئی تو انہوں نے اللہ جل شانہ سے حضورؐ کے طفیل دعا کی اللہ جل شانہ نے دریافت کیا کہ آدم تم نے محمدؐ کو کیسے جانا ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا۔ کہ یا اللہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا۔ اور مجھ میں جان ڈالی تھی۔ تو میں نے عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ جس کا نام ملایا ہے وہ ساری مخلوق میں

آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ بیشک وہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جب اس کے طفیل تم نے مغفرت طلب کی تو میں نے تمہاری خطا معاف کر دی ۲۳۰ حالانکہ قرآن مجید میں یہ الفاظ موجود ہیں جن کے ذریعے آدمؑ نے اپنے رب سے معافی مانگی وہ الفاظ یہ ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین (الآیتہ)

اور اوپر والی حدیث جس میں واسطے اور وسیلے ہیں علامہ البانی نے اسے موضوع کہا (سلسلتہ الاحادیث الضعیفہ رقم ۲۵)

اس روایت میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے امام حاکم فرماتے ہیں۔ یہ اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

روی عن ابیہ احادیث موضوعۃ لا یخفی علی من تاملہا من اہل الصنعۃ ان الحمل فیہا علیہ (المدخل الی الصحیح رقم ۹۷، ص ۱۵۴)

اسی طرح اس میں عبداللہ بن مسلم الفہری مجہول راوی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ لاادری من ھو (تلخیص الحاکم ۶۱۵/۲)

اور المعجم الصغیر کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔

حافظ الھیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں وفیہ من لم اعرفہم (مجمع الزوائد ۲۵۳/۸)

ایک اور موضوع حدیث جو مندرجہ بالا حدیث سے ملتی جلتی ہے جس کو زکریا صاحب نے فضائل ذکر میں لکھا ملاحظہ فرمائیے۔ ۲۳۱ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ حضرت آدم (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ

جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا۔ تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو میں سمجھ گیا تھا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔ کہ یہ موضوع ہے۔ (تلخیص المستدرک ۶۱۵/۲)

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۳۸/۱) اور خود بھی زکریا صاحب اس کی موید حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے اسے موضوعات کبیر میں موضوع کہا ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔

جب زکریا صاحب کا ایک جماعتی اس حدیث پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ آدمؑ کی دعا کے الفاظ سورۃ اعراف کی آیت والے ہیں یا اس حدیث والے اور یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع اگر صحیح ہے تو تطبیق کی کیا صورت ہے اور اگر موضوع ہے تو کیا اس قسم کی حدیثوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا جائز ہے۔ تو زکریا صاحب اسے یوں جواب دیتے ہیں۔ قرآن کی آیت اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ (آدمؑ کی) صرف ایک دعا "ربنا ظلمنا انفسنا" تو نہیں تھی نہ معلوم کتنی دعائیں اور استغفار کئے ہوں گے۔ اور رہا یہ سوال کہ حدیث کیسی ہے۔ تو جس کے متعلق موضوع کہا گیا وہ حدیث نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو بڑے بڑے اکابر علامہ طبرانی علامہ حاکم، ابو نعیم (یہ سب مشہور محدث ہیں) نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہو ۲۳۲

حالانکہ زکریا صاحب جانتے ہیں۔ کہ موضوع روایت کو بے شک کتنا بڑا محدث ہی روایت کیوں نہ کرے جب تک کہ وہ موضوع نہ لکھ دے اس کے لئے راویت کرنا حلال نہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے یہ بحث گزر چکی ہے۔ اپنے جاہل لوگوں کو یہ دھوکا دیا کہ یہ روایت موضوع نہیں حالانکہ اس کی سند پر کلام پچھلی حدیث میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اور یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ یہ موضوع ہے۔

اسی طرح زکریا صاحب ایک اور بے سروپا روایت ذکر کرتے ہیں۔ کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا۔ اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی ۲۸۸۰۰۰۰۰)۲۳۳

اب خود اس حدیث پر یہ تبصرہ کرتے ہیں "لم اجدہ فیما عندی من کتب الحدیث" کہ میرے پاس موجود کتب حدیث میں یہ حدیث نہیں ملی۔

اور پھر جب ایک تبلیغی بھائی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ "بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ جو اس کتاب کے مناسب نہیں ------ بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو تبلیغی نصاب میں شامل نہ کیا جائے اور اگر آپ اسے مناسب سمجھیں تو کوئی حرج نہیں تو زکریا صاحب نے ان کے خط کا جواب ان الفاظ سے دیا۔ "اس ناکارہ نے اگر اپنی طرف سے کچھ لکھا ہوتا تو یقیناً اس کی اصلاح بھی کی جاسکتی ہے۔ اور اس کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب ایک معتبر کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کیا گیا ہے تو اگر ضعیف بھی ہو تب بھی لوگوں کو بچانے کی نیت سے اس سے تذکرے میں کوئی مانع اب تک سمجھ میں نہیں آیا------- اور جبکہ ایک نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں تین کروڑ سے زیادہ کا ثواب ہے۔ جیسا کہ اسی رسالے میں آگے جماعت کی نماز کے فضائل حدیث نمبر دو میں لکھا ہے تو پھر نماز کے قضاء کرنے میں اس سے کم گناہ بے محل نہیں------ میں نے دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا ابھی تک اس ناکارہ کی سمجھ میں اس حدیث پاک کے نکالنے کی وجہ نہیں آئی ۲۳۴

خود سوچیئے جب یہ حدیث ہے ہی نہیں پھر اس کا نبیؐ کی طرف منسوب کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

زکریا صاحب شیخ الحدیث کہلوانے کے باوجود عجیب قسم کی روایات نقل کر کے روایت پر عجیب حکم لگاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ "حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ جب میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوئے تو یہ وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضہ اقدس میں لے جا کر عرض کر دینا کہ یہ ابوبکر ہے آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔ اگر وہاں سے اجازت ہو جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اجازت نہ ہو۔ تو بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیت کے موافق جنازہ وہاں لے جا کر قبر شریف کے قریب یہی عرض کر دیا گیا وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی آدمی کہنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ کہ اعزاز و اکرام کے ساتھ اندر لے آؤ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرے کے قریب لے جا کر جہاں حضورؐ کی قبر ہے اجازت مانگ لینا اگر اجازت مانگنے پر حجرہ کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا۔ ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابوبکرؓ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرے کو کواڑ کھل گئے۔ اور ایک آواز آئی کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو (اب زکریا صاحب کا اس روایت پر تبصرہ سنیئے۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں کو ذکر کیا ہے محدثانہ حیثیت سے اس روایت کو منکر بتایا ہے لیکن تاریخی حیثیت تو باقی ہے ہی۔ ۲۳۵

یہ اصول حدیث کا کونسا اصول ہے کہ روایت تو منکر مگر تاریخی حیثیت باقی جو روایت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہی نہیں اور روایت قرآن و حدیث کے خلاف بھی ہو اس کی تاریخی حیثیت باقی ہو عجیب تماشہ ہے یہ۔

زکریا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔

شیخ المشائخ قطب الارشاد شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب نوادر میں بہت سے مشائخ تصوف اور ابدال کے ذریعے سے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے متعدد اعمال نقل کئے ہیں اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے۔ لیکن کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو۔ ۲۳۶۔ کیا معتقد اعمال دین کا حصہ نہیں پھر اس کے لئے دلیل کی ضرورت کیوں نہیں لیجیئے ایک اور موضوع حدیث پڑھتے جائیے۔ فرماتے ہیں۔

"علماء نے اس سلسلہ میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا ہے۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد/وارد ہوا ہے۔ جو شخص کسی کتاب میں میرے اوپر درود بھیجے ملائکہ اس کے لئے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے۔ اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس جگہ اس کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ اور اس کی طرف التفات نہ کیا جائے کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے بہت سے طرق ہیں جو اس کو موضوع ہونے سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور اس کے مقتضی ہیں۔ کہ اس حدیث کی اصل ضرور ہے۔ ۲۳۷۔

کیا موضوع روایت کے طرق زیادہ ہونے سے وہ موضوع کے حکم سے نکل جاتی ہے۔ اور اس بات کی مقتضی ہو جاتی ہے کہ اس حدیث کی اصل ضرور ہے۔ کیا شیخ الحدیث صاحب نے محدثین کے راستے سے ہٹ کر نئے اصول حدیث تراشنے شروع کر دیئے ہیں۔ حالانکہ امام ذہبی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/۳۲۰)

اسی طرح زکریا صاحب کے ایک تبلیغی ساتھی منشی محمد عیسی صاحب فیروز پوری اسی طریقے کار پر چلتے ہوئے موضوع روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جب خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ ۲۳۸ جناب عیسی صاحب کو شاید اس بات کا علم نہیں۔ نبی اختلاف مٹانے کے لئے تھے نہ کہ اختلاف ڈالنے کے لئے۔ اختلاف کی وجہ سے ہی تو لیلتہ القدر کا

تعین اٹھا لیا گیا تھا۔ اگر اختلاف رحمت ہو تو پھر تعین کے اٹھانے کی وجہ۔ حالانکہ علامہ البانی اس حدیث کو ایک جگہ موضوع بتلاتے ہیں۔ (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۲۳۰) اور ایک جگہ فرماتے ہیں لا اصل لہٗ اس حدیث کا کوئی اصل نہیں (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۷۶/۱ رقم ۵۷) اسیطرح زکریا صاحب کے ساتھی مولانا محمد یوسف صاحب کی سوانح کا مقدمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہنمائی کی سند عام عطا فرمائی کہ (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم) کہ میرے صحابہ ایسے ستاروں کی مانند ہیں کہ ان میں سے جس کے ذریعے بھی راستہ ڈھونڈو گے منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ ۲۳۹۔ یہی حدیث زکریا صاحب کے ساتھ محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں۔ ۲۴۰ حالانکہ امام ذہبی کے نزدیک یہ حدیث باطل ہے۔ میزان الاعتدال (۱۰۲/۲)

ایک اور حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ جس شخص کا اول اور آخر کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو کسی گناہ کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جائے گا۔ ۲۴۱۔ زکریا صاحب نے اس حدیث کو جہلا کے لئے پیش کر دیا کہ وہ اس موضوع حدیث پر عملکر کے اپنے نامہ اعمال کو گناہوں سے سیاہ کر لیں کیونکہ جب پوچھا نہ جائے تو پھر ڈر کیسا اور لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے نیچے عربی میں یہ عبارت لکھ دی اور اس کا ترجمہ کرنا تک گوارا نہ کیا۔ ("موضوع ابن محمویۃ وابوہ مجھولان") یہ موضوع حدیث ہے ابن محمویۃ اور اس کا باپ مجہول راوی ہیں۔ اسی طرح ایک منکر الحدیث زائدہ بن ابی الرقاد (حاشیہ مسند ابی یعلی ۷۱/۱ رقم ۷۰) کی یہ روایت کہ "حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) کو پڑھیں تو کیا ہو حضور نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے۔ (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)۔ ۲۴۲۔ اس کی تائید میں حضرت علیؓ سے یہ روایت لائے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا اس کے ۵۰ سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول جس کے ۵۰ سال کے گناہ نہ ہوں فرمایا تو

پھر اس کے والدین قرابت دار اور عام مسلمانوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے"
۲۴۳ پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ امام سیوطی کے بقول اس حدیث کی تمام اسناد تاریک (ظلمات) ہیں اور امام سیوطی نے اسناد کے راویوں پر جھوٹے ہونے کا الزام لگایا ہے۔ اس جھوٹی روایت کی تائید میں ان الفاظ کی حدیث لائے "کہ اس شخص کے ۴ ہزار کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں آپ سے کہا گیا کہ اگر اس کے ۴ ہزار گناہ نہ ہوں تو فرمایا اس کے اہل و عیال و رشتہ داروں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔
۲۴۴
اسی طرح اس حدیث پر بھی من گھڑت ہونے کا حکم لگایا۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اسے موضوع کہا۔ اسی طرح زکریا صاحب ایک منکر روایت بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر انکا اپنا بھی عمل ہے۔ ۲۴۵
حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اسی (۸۰) دفعہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۲۴۶ زکریا صاحب تو اسے ضعیف گردانتے ہیں لیکن ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (لسان المیزان ۲/۲۲۴ ط دار الفکر) اس روایت میں حجاج بن سنان یا سیار ہے امام ذھبی فرماتے ہیں کہ یہ متروک راویوں میں سے ہے (میزان ۲/۴۷)
آیئے زکریا صاحب کی ان احادیث کی طرف جو انہوں نے کذاب راویوں کی روایت اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں۔ "حضرت علی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا۔ اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا حق تعالیٰ شانہ، اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرما دیں گے۔ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہے۔ ۲۴۷
"زکریا صاحب نے تو اسے غریب حدیث کہہ کر جان چھڑالی حالانکہ اس حدیث کا راوی حفص بن سلیمان ابو عمر الکوفی کے بارے میں عبد الرحمن بن محمدی فرماتے

ہیں کہ اللہ کی قسم اس سے روایت کرنا حلال نہیں امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ متروک ہے امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں۔ اور اسکی حدیث لکھی نہیں جاتی

ابن خراش فرماتے ہیں کہ یہ کذاب تھا اور حدیث گھڑا کرتا تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ (کتاب العلل و معرفتہ الرجال لاحمد ۴۰۱/۱)
(تھذیب التھذیب ۳۴۵/۲) میزان لاعتدال ۵۵۸/۱)

اسی طرح زکریا صاحب ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں جس میں ایک شخص ابن عباسؓ سے نبیؐ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم" حالانکہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ نبیؐ نے فرمایا من حلف لغیر اللہ فقد اشرک (ابوداؤد) تو ابن عباسؓ نے انہیں منع بھی نہ کیا بلکہ اعتکاف توڑ کر اس کے ساتھ چل پڑے اور ایک شخص کے اعتراض کرنے پر فرمایا کہ حضور کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے۔ اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں۔ جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (اب زکریا صاحب کی ضرب و جمع ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں) اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہو گی۔ ۲۴۸

امام حاکم کی اس روایت کردہ حدیث کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔
کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ہشام متروک ہے اور محمد بن معاویہ امام دار قطنی کے بقول کذاب ہے۔ تلخیص للمستدرک (۲۷۰/۴)

اسی طرح زکریا صاحب فضائل ذکر میں یہ حدیث لاتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامے میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں۔ اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ۲۴۹۔ زکریا صاحب یہ بات تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اس روایت کا ایک راوی عثمان بن

عبدالرحمن الزھری متروک ہے۔ پھر بھی اسے روایت کئے چلے جاتے ہیں۔ ابن معین کے نزدیک یہ راوی جھوٹا اور نسائی دار قطنی کے نزدیک متروک ہے (۴۳/۳ میزان الاعتدال) فضائل درود شریف میں ایک اور حدیث ذکر کی جاتی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود کو لے جا کر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ وہاں سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لئے استغفار کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو گی ۲۵۰

زکریا صاحب کے نزدیک اس روایت کا ایک راوی عمر بن حبیب ضعیف ہے، لیکن ابن معین کے نزدیک یہ کذاب ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳۷۹/۷)

زکریا صاحب فضائل ذکر میں ایک اور حدیث ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص سو مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے ۲۵۱

زکریا صاحب کے نزدیک اس کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک متروک سخت ضعیف ہے۔ لیکن امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ کہ یہ احادیث گھڑا کرتا تھا (الکاشف ۱۹۳/۲)

ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ شخص حدیث کی چوری کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۶۷۹/۲)

آئیے ان روایات کی طرف جو سخت ضعیف ہیں اور زکریا صاحب اسے نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ فضائل قرآن میں رسول اللہؐ نے فرمایا حق تعالیٰ شانہ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں۔ جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو ۲۵۲۔

زکریا صاحب امام حاکم سے اس کی تصحیح امام ذہبی سے اس کا منقطع ہونا منقول

کرتے ہیں۔ جبکہ شیخ الحدیث صاحب کو معلوم بھی ہے کہ امام ترمذی کی تحسین اور امام حاکم کی تصحیح سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے فضائل کو خوب بڑھانے کے لئے وہ روایت بیان کی جس کا ایک راوی اسمعیل بن عبیداللہ فضالتہ بن عبید کی وفات کے بعد پیدا ہوا (تہذیب التہذیب ۱/۷۷۲) فضالتہ بن عبید کی تاریخ وفات ۵۸ھ اور اسمعیل بن عبیداللہ کی پیدائش ۶۱ھ ہے۔ الکاشف ۲/۷۲۳) اسی باب میں ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا ۲۵۳۔ پھر خود بھی لکھتے ہیں۔ کہ جمہور محدثین کے نزدیک حسن نے ابوہریرہ سے نہیں سنا۔

البانی کے نزدیک یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ (ضیف الجامع الصغیر رقم ۵۴۱۶)

اسی طرح اس باب میں دو مجہول الحال راویوں کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا۔ اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔ ۲۵۴ اس حدیث میں دو مجہول راوی ابوشجاع اور ابوطیبہ ہیں لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ (سلسلتہ الاحادیث الضعیفہ ۱/۳۰۵)

فضائل قرآن میں ایک روایت جس کے یہ الفاظ ہیں کہ (سورۃ یٰسین کو) اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ ۲۵۵۔ بھی ضعیف ہے۔ (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۵۷۹۷)

فضائل قرآن کی ایک اور روایت جس کے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ سورۃ یٰسین میرے ہر امتی کے دل میں ہو ۲۵۶ ضعیف ہے۔

اس حدیث کا ایک راوی امام نسائی کے بقول ثقہ نہیں اور اس کی احادیث لکھی نہیں جاتی تھی (تہذیب التہذیب ۱/۱۰۰)

فضائل نماز کی ایک روایت جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کرے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا

۲۵۷ بھی سخت ضعیف ہے (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۵۵۵۶) اور زکریا صاحب کے بقول بھی اس کی سند کا ایک راوی غنش ابن قیس کی بقول حافظ ابن حجر کے حصین بن نمیر کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی۔ بلکہ ابن حجر نے ایک جگہ اس "واہ" لکھا اور اس کو احمد اور دوسروں نے ضعیف کہا لہذا زکریا صاحب نے یہ اصول گھڑا کہ اہل علم کے عمل سے یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہے اگرچہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں یہ ہیں شیخ الحدیث ہونے کے فوائد۔

زکریا صاحب کی بیان کردہ یہ روایت "کہ نبیؐ نے فرمایا کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے" ۲۵۸ بھی ضعیف ہے۔ اور انہیں بھی اس سے انکار نہیں۔ (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۲۶۴۹)

زکریا صاحب فضائل رمضان میں ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں جن میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی ۲۵۹

زکریا صاحب بے شک اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کریں لیکن اس کوشش کے خود حنفی عالم بھی مخالف ہیں ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی دیو بندی حنفی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (حاشیہ ابن خزیمہ ۱۹۱/۳)

اسیطرح مسند احمد ۲۳۹/۵ سے پیش کردہ حدیث "کہ نبیؐ نے فرمایا اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔ ۲۶۰ منقطع ہے کیونکہ بقول زکریا صاحب کے بھی زیاد نے معاذ بن جبل سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اسی طرح زکریا صاحب کی روایت کردہ یہ حدیث "کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگے یا منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں ۲۶۱" بھی ضعیف ہے۔ (سلسلہ الاحادیث الضعیفہ رقم ۵۱۷) ریاکار کہنے والی حدیث کو تو زکریا صاحب نے بھی امام بیہقی کے بقول

ضعیف نقل کیا ہے حالانکہ وہ (ضعیف جداً) سخت ضعیف ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ رقم ۵۱۶)

زکریا صاحب کی پیش کردہ یہ حدیث کہ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں (کہ "نبیؐ نے فرمایا لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی اور نہ قبر کے وقت) ۲۶۲ ان کے بقول اور امام سخاوی کے بقول ضعیف ہے (المقاصد الحسنۃ ص ۳۵۳)

اسی طرح یہ حدیث "کہ نبیؐ نے فرمایا لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے۔ اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔" ۲۶۳ بھی زکریا صاحب اور امام سیوطی کے بقول ضعیف ہے (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۶۱۹۰) زکریا صاحب ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے۔ پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے ۲۶۴ اس حدیث میں نعیم بن ضمضم ہے منذری فرماتے ہیں کہ تمام راوی نعیم بن ضمضم سے روایت کرتے ہیں جو عمران بن الحمیری کے مخالف روایت کرتا ہے اور منذری کے نزدیک یہ معروف نہیں (الترغیب و الترہیب ۵۰۰/۲) یہ حدیث سبکی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱۸۷/۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں لا یعرف (۲۳۶/۳ میزان الاعتدال) امام بخاری فرماتے ہیں۔ لایتابع علیہ (۲۳۶/۳ میزان الاعتدال) نعیم بن ضمضم کو بعض نے ضعیف بھی کہا ہے۔ (لسان المیزان ۲۰۳/۹)

اسی طرح یہ حدیث کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ جل شانہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں ۲۶۵ بھی ضعیف ہے محمد عبد السلام خضر الشیقری فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سند کا باطل ہونا بیان کیا ہے (السنن و المبتدعات ص ۲۳۶) اسی طرح زکریا صاحب کی پیش کردہ یہ حدیث کہ "رسول اللہ نے فرمایا۔ سال میں زکوۃ کے علاوہ اور

بھی حق ہے" ۲۶۶ یہ بقول زکریا صاحب اور علامہ البانی کے ضعیف ہے۔ (ضعیف الجامع الصغیر رقم ۱۹۰۱)

ایک تبلیغی عالم "ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے ثواب والی حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔۲۶۷ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے اس کی سند میں محمد بن صالح مجہول ہے۔ "قال الھیثمی فی الزوائد لم اعرفہ، (۱۷۲/۱) ھیثمی کہتے ہیں میں اسے نہیں پہچانتا۔

اسی طرح ایک تبلیغی عالم "یا ساریۃ الجبل" والی روایت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔ "جیسے حضرت عمرؓ کی آواز مدینہ سے جا کر ایران میں نہاوند کی پہاڑیوں میں سنائی دی" ۲۶۸

اس روایت کی سند یوں ہے۔ "یحیی بن ایوب مصری عن ابن عجلان عن نافع عن ابن عمر (المقاصد الحسنہ رقم ۱۳۳۱) یحیٰی بن ایوب مصری مختلف فیہ ہے۔ ایک جماعت نے ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد نے منکر الحدیث کہا احمد بن حنبل کے نزدیک سئی الحفظ ہے "ابو حاتم اور اسماعیل کہتے ہیں" لا یحتج بہ" ساجی کے نزدیک صدوق یھم" احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ "یخطی خطاءً کثیرہ" نسائی فرماتے ہیں۔ "لیس ھو بالقوی" (تہذیب التھذیب ۱۶۴/۱۱) اسی طرح محمد بن عجلان مرتبہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین لابن حجر ص ۱۰۶) اس طبقے کی روایت حجت نہیں ہوتی مقدمہ طبقات المدلسین لابن حجر۔

اس کی دوسری سند میں سیف اور واقدی ہے اور یہ دونوں کذاب ہیں۔ زکریا صاحب کی پیش کردہ یہ روایت کہ نبیؐ نے فرمایا جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۲۶۹ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ الصارم المنکی لابن العادی)۔

اسی طرح زکریا صاحب "طویل حدیث قطع رحمی کے بارے میں نقل کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں ہوتی۔ جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔ ۲۷۰ پھر زکریا صاحب خود لکھے

ہیں کہ صاحب کنز نے اس کے ایک راوی کے متعلق کذب کی نسبت نقل کی ہے۔

عقیدے کی اور خرابیاں جو تبلیغی جماعت کے قائدین میں موجود ہیں ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد میں واضح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب و سنت پر چلنے اور شرک و بدعات سے بچنے کی توفیق دے تبلیغی بھائیوں سے بھی یہی التماس ہے کہ آپ کے جذبے کے بارے میں ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ آپ کی محنت اپنی جگہ بجا ہے۔ لیکن اگر آپ اس محنت کو کتاب و سنت کی روشنی میں سنوار لیں تو دنیا کی یہ محنت آخرت میں ذخیرہ بن جائے گی (انشاء اللہ) ورنہ "عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ ناراً حامیۃ" (الغاشیہ) عمل کرنے اور محنت کرنے کے باوجود دھکتی ہوئی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔ وجہ اس کی صرف یہ ہوگی کہ یہ اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نہیں ہوں گے اور ان پر محمدی مہر نہیں ہوگی۔

آیئے ہم آپ کے منتظر ہیں۔ تبلیغ اسلام کا فریضہ نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سر انجام دیجیئے۔

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔



اصل کامیابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ تبلیغ میں ہے خود ساختہ طریقوں میں نہیں

حوالہ جات

۱ ۔ مرقع یوسفی ص ۱۷۰
۲، ۳ ۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی تحریک ص ۳۴ ۔ ۳۵
۴ ۔ معمولات رمضان ص ۳۰
۵ ۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ۱۷۸
۶ ۔ تبلیغی نصاب ص ۲۹
۷ ۔ محبوب العارفین ص ۱۱
۸ ۔ فتنہ مودودیت ص ۱۲۶ ۔ تبیں مجالس ص ۱۳۵
۹ ۔ ولی کامل ص ۳۵۴
۱۰ ۔ جماعت تبلیغ پر چند عموی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات ص ۱۷۶
۱۱، ۱۲ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۲۰ ۔ ۶۵
۱۳ ۔ مکاتیب شاہ محمد الیاس ص ۸۸
۱۴ ۔ اکابر علماء دیو بند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۷۷
۱۵ ۔ حضرت جی کی یادگار تقریریں ص ۱۳
۱۶ ۔ بیعت کی شرعی حیثیت ص ۳۸
۱۷ ۔ فتنہ مودودیت ص ۱۲۵
۱۸ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۴۳
۱۹ ۔ شاہ محمد زکریا صاحب کے معمولات رمضان ص ۲۶
۲۰ ۔ ارشادات و مکتوبات حضرت شاہ محمد الیاس ص ۶۷
۲۱ ۔ آپ بیتی ص ۱۸۱
۲۲ ۔ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۲۴۱
۲۳ ۔ تبلیغی نصاب ص ۴۴۴
۲۴ ۔ فضائل صدقات ص ۸۲۵
۲۵ ۔ فتنہ مودودیت ص ۸۵
۲۶ ۔ مقالتہ القلوب ص ۱۰۸
۲۷ ۔ تبلیغی نصاب ص ۱۱۱
۲۸ ۔ ایضاً ص ۱۰۶
۲۹، ۳۰ ۔ ولی کامل ص ۱۴۱ ۔ ۱۴۳

۳۱ ۔ تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۱۳۸
۳۲ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۶۱
۳۳ ۔ ولی کامل ص ۲۸
۳۴ ۔ نورالانوار ص ۱۷۹
۳۵ ۔ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص ۱۴
۳۶ ۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ خصوصی اشاعت ذکریا صاحب ص ۲۳۸
۳۷ ۔ ارشادات و مکتوبات الیاس صاحب ص ۲۷
۳۸ ۔ ایضاً" ص ۳۷
۳۹ ' ۴۰ ۔ محبت ص ۱۳۲ ۔ ۱۴۳
۴۱ ' ۴۲ ۔ فتنہ مودودیت ص ۵۵ ۔ ۱۶۴
۴۳ ۔ مقالۃ القلوب ص ۱۷۱
۴۴ ۔ ولی کامل ص ۸۲
۴۵ ' ۴۶ ۔ الفرقان ماہنامہ لکھنؤ تذکرہ شیخ الحدیث ص ۱۹۲
۴۷ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۵۵
۴۸ ۔ الفرقان ماہنامہ لکھنؤ تذکرہ شیخ الحدیث ذکریا صاحب ص ۲۳۸
۴۹ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور ان کے بنیادی اصول ص ۵۴
۵۰ ۔ ردالمحتار ۱ / ۲۲
۵۱ ۔ تمیں مجالس ص ۱۰۱
۵۲ ۔ تبلیغی نصاب ص ۹۹
۵۳ ۔ قیام اللیل للمروزی
۵۴ ۔ فتنہ مودودیت ۱۸
۵۵ ۔ ولی کامل ص ۳۴۶
۵۶ ۔ فتنہ مودودیت ص ۱۲۶
۵۷ ۔ محبوب العارفین ص ۶۳
۵۸ ۔ ذکر و اعتکاف کی اہمیت ص ۹۴
۵۹ ۔ ملفوظات مولانا محمد الیاس ص ۴۴
۶۰ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۵۴
۶۱ ۔ ملفوظات محمد الیاس ص ۵۰
۶۲ ' ۶۳ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۵۷ ۔ ۵۶
۶۴ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۷ ۔ ۱۲
۶۵ ۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۲۲۶

۶۶ ' ۶۷ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۴۳ ۔ ۱۵۵
۶۸ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۱۹
۶۹ ۔ ملفوظات مولانا محمد الیاس ص ۳۷
۷۰ ۔ ارشادات و مکتوبات مولانا محمد الیاس ص ۵۵
۷۱ ۔ مرقع یوسفی ۸۰
۷۲ ۔ ملفوظات مولانا الیاس ص ۳۹
۷۳ ۔ ارشادات و مکتوبات مولانا محمد الیاس ص ۸۵
۷۴ ' ۷۵ ' ۷۶ ۔ جماعت تبلیغ پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات ص ۱۲۸ ۔ ۱۳۸ ۔ ۱۴۰
۷۹ ۔ محبوب العارفین ص ۳۰
۸۰ ۔ صقالتہ القلوب ص ۱۷۲
۸۱ ' ۸۲ ۔ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۷۸ ۔ ۱۸۲
۸۳ ' ۸۴ ۔ تیس مجالس ص ۱۳۲ ۔ ۱۷۶
۸۵ ۔ صقالتہ القلوب ص ۱۹۰
۸۶ ۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۵۱ ۔ ۳ ولی کامل ص ۱۱۱ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۵۶
۸۷ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۳۷
۸۸ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۳۴
۸۹ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۱۳۲
۹۰ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۳۴
۹۱ ۔ مرقع یوسفی ص ۵۴
۹۲ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۵۱
۹۳ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ مولانا یوسف صاحب ص ۱۳۷
۹۴ ۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۵۰ ولی کامل ص ۱۱۱
۹۵ ۔ اکابر کا سلوک و احسان ص ۹۱
۹۶ ۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۵۵
۹۷ ' ۹۸ ۔ سوانح قاسمی ۱ / ۲۵۸
۹۹ ۔ محبوب العارفین ص ۵۲
۱۰۰ ۔ مجالس ذکر ص ۱۲
۱۰۱ ۔ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ص ۱۱۱
۱۰۲ ۔ تذکرہ شیخ الحدیث ص ۱۴
۱۰۳ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۲۶۹

۱۰۴ ـ تمیں مجالس ص ۲۹
۱۰۵ ـ اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۷۱
۱۰۶ ـ تمیں مجالس ص ۲۱۱
۱۰۷ ـ محبوب العارفین ص ۵۷
۱۰۸ ـ موت کی یاد ص ۵۱ فضائل صدقات ص ۶۶۳
۱۰۹ ـ تذکرہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف ص ۱۳۳
۱۱۰ ـ حضرت جی کی یادگار تقریریں ص ۱۶۵
۱۱۱ ـ محبوب العارفین ص ۵۴
۱۱۲ ـ ملفوظات شاہ محمد الیاس ص ۶
۱۱۳ ـ تبلیغ کا مقامی کام ص ۳۷
۱۱۴ ـ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۹۱
۱۱۵ ـ ملفوظات شاہ محمد الیاس ص ۴۵
۱۱۶ ـ ارشادات و مکتوبات الیاس صاحب ص ۳۵
۱۱۷ ـ مجالس ذکر ص ۱۱، ذکر اعتکاف کی اہمیت ص ۶
۱۱۸ ـ مجالس ذکر ص ۱۲
۱۱۹، ۱۲۰ ـ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۱۸۹، ۱۹۴
۱۲۱، ۱۲۲ ـ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۳۶ ـ ۱۱۷
۱۲۳ ـ تبلیغی نصاب فضائل درود ص ۷۷۳
۱۲۴ ـ ولی کامل ص ۱۲۶
۱۲۵ ـ ایضاً" ص ۱۲۷
۱۲۶ ـ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ص ۸۲
۱۲۷ ـ مکاتیب الیاس ص ۱۰۶
۱۲۸ ـ تحذیر الناس ص ۵
۱۲۹ ـ تمیں مجالس ص ۶۳ فضائل صدقات ص ۵۲۸
۱۳۰ ـ تمیں مجالس ص ۶۵ اکابر کا سلوک و احسان ص ۳۱
۱۳۱ ـ اکابر کا سلوک و احسان ص ۷۶
۱۳۲ ـ تمیں مجالس ص ۱۱۰
۱۳۳ ـ تمیں مجالس ص ۱۳۴، محبوب العارفین ص ۱۵ مولانا [illegible]س اور ان کی دینی دعوت ص ۴۸
الفرقان ص ۸۹
۱۳۴ ـ ولی کامل ص ۲۲، الفرقان ص ۱۴۱

۱۳۵ ـ تبلیغی نصاب فضائل قرآن ص ۳۰۰
۱۳۶ ـ شمائم امدادیہ حصہ دوم ص ۷۰
۱۳۷ ' ۱۳۸ ـ ذکر و اعتکاف کی اہمیت ص ۹۵ ـ ۹۹
۱۳۹ ـ محبت ص ۵۵
۱۴۰ ـ ماہنامہ الفرقان شیخ الحدیث نمبر ص ٦٦
۱۴۱ ـ شمائم امدادیہ ص ۷۱
۱۴۲ ـ مقالتہ القلوب ص ۸۹
۱۴۳ ـ شمائم امدادیہ ص ۵۳
۱۴۴ ـ ولی کامل ص ۲۴۹
۱۴۵ ـ تبلیغی نصاب ص ۸۱۰
۱۴۶ ـ محبت ص ۷۰
۱۴۷ ـ مقالتہ القلوب ص ۱۳٦
۱۴۸ ـ فضائل حج ص ۱۰۲۰
۱۴۹ ـ فضائل صدقات ص ٦۷۰
۱۵۰ ـ اکابر کا سلوک واحسان ص ۷۷
۱۵۱ ـ تبلیغ کا مقامی کام ص ۱۵۳
۱۵۲ ـ تبلیغی نصاب ص ۳۸۵
۱۵۳ ـ تمیں مجالس ص ۲۲۰
۱۵۴ ـ فضائل حج ص ۹۵۱
۱۵۵ ـ ولی کامل ص ۱۷٦
۱۵٦ ـ تمیں مجالس ص ۱۸۵
۱۵۷ ـ موت کی یاد ص ۴۵ فضائل صدقات ص ٦۵۷
۱۵۸ ـ تمیں مجالس ص ۴۴
۱۵۹ ـ فضائل صدقات ص ۹۱۵
۱٦۰ ـ ایضاً ص ۱۰۰۳
۱٦۱ ـ آپ بیتی نمبر ۷ ص ۱۳٦
۱٦۲ ' ۱٦۳ ـ فضائل صدقات ص ۵۳۹ ـ ۲۵۵
۱٦۴ ـ فضائل نماز ص ۳۳۹
۱٦۵ ' ۱٦٦ ـ تبلیغی نصاب ص ۱۱۳ ـ ۱۱۹
۱٦۷ ' ۱٦۸ ـ فضائل صدقات ص ۱۲۰ ـ ۱۲۱

۔ تمیں مجالس ص ۲۱۱

' ۱۷۱ ۔ ولی کامل ص ۵۴ ۔ ۹۴

۔ تبلیغی نصاب ص ۶۹۸ ۔ ۶۹۹ فضائل صدقات ۹۰۲

۱ ۔ تبلیغی نصاب ص ۶۹۹ فضائل صدقات ص ۸۹۶ ۔ ۹۱۸

۱ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۰۲

۔ تبلیغی نصاب ص ۶۹۸ ۔ ۷۲۰ فضائل صدقات ۹۳۷

۔ فضائل صدقات ص ۹۱۵

۱ ۔ الفرقان ذکریا نمبر ص ۳۰۶

۱ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۸۸

۔ ارشادات و مکتوبات الیاس صاحب ص ۲۵

' ۱۸۱ ' ۱۸۲ ۔ فضائل صدقات ص ۹۲۱ ۔ ۹۱۳ ۔ ۹۵۰

۱ ۔ حضرت جی کی یادگار تقریریں ص ۳۵

۱ ۔ کتب فضائل پہ اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۹۷

' ۱۸۶ ' ۱۸۷ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۹۷ ۔ ۷۹۸ ۔ ۷۹۹

۱ ۔ فضائل صدقات ص ۴۲۵

' ۱۹۰ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۸۶ ۔ ۷۹۱

۔ تمیں مجالس ص ۴۴

' ۱۹۳ ۔ تبلیغی نصاب ص ۸۰۶ ۔ ۷۹۶

' ۱۹۵ ۔ فضائل صدقات ص ۱۰۱۹ ۔ ۱۰۵۱

۔ تبلیغی نصاب ص ۷۳۲

۱ ' ۱۹۸ ۔ فضائل صدقات ص ۹۳۸ ۔ ۱۰۵۳

' ۲۰۰ ۔ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۷۱ ۔ ۱۷۷

۔ اکابر کا سلوک و احسان ص ۷۶ ام الامراض ص ۲۸

۱ ۔ اکابر کا سلوک و احسان ص ۷۲ ام الامراض ص ۲۸

۲ ۔ ولی کامل ص ۷۴ تمیں مجالس ص ۵۴ ۔ اکابر علماء دیوبند ص ۱۰۵ ۔ ۱۰۷

۲ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۷۳ ۔ ۵۱۹

۲ ' ۲۰۶ ' ۲۰۷ ' ۲۰۸ ۔ کتب فضائل پر اشکالات اور اس کے جوابات ص ۲۱۰ ۔ ۲۱۵ ۔ ۲۱۱ ۔
۲

۲ ۔ تبلیغی نصاب ص ۵۲۰ ولی کامل ص ۱۰۶ ۔ ۲۵۶ تمیں مجالس ص ۴۱

۱ ۔ تبلیغی نصاب ص ۶۴۸

۲۱۱ ' ۲۱۲ ۔ فضائل صدقات ص ۴۵۲ ۔ ۵۹

۲۱۳ ۔ تبلیغی نصاب ص ۵۲۹ مقالتہ القلوب ص ۱۱۳

۲۱۴ ۔ تمیں مجالس ص ۴۲

۲۱۵ ۔ ایضاً" ص ۲۱۴

۲۱۶ ۔ معمولات رمضان ص ۲۲

۲۱۷ ۔ ولی کامل ص ۹۱

۲۱۸ ۔ آپ بیتی ص ۱۳۴

۲۱۹ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۳۴

۲۲۰ ۔ ولی کامل ص ۳۶۷

۲۲۱ ۔ محبوب العارفین ص ۲۰

۲۲۲ ۔ ولی کامل ص ۳۶۶

۲۲۳ ۔ محبوب العارفین ص ۴۹

۲۲۴ ۔ محبت ص ۱۶۰

۲۲۵ ۔ تمیں مجالس ص ۱۶۴

۲۲۶ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۱۷

۲۲۷ ' ۲۲۸ ' ۲۲۹ ' ۲۳۰ ۔ فضائل صدقات ص ۱۰۱۳ ۔ ۱۰۱۶ ۔ ۱۰۱۶ ۔ ۹۲۱

۲۳۱ ۔ تبلیغی نصاب ص ۵۸۹

۲۳۲ ۔ کتب فضائل پر اشکالات اور اس کے جوابات ص ۱۴۲

۲۳۳ ۔ تبلیغی نصاب ص ۳۵۵

۲۳۴ ۔ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۱

۲۳۵ ۔ فضائل صدقات ص ۹۵۱

۲۳۶ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۳۲

۲۳۷ ۔ ایضاً" ص ۷۶۸

۲۳۸ ۔ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ص ۱۶۴

۲۳۹ ۔ تذکرہ امیر تبلیغ ص ۱۲

۲۴۰ ۔ تبلیغ کا مقامی کام ص ۱۱۲ ۔ ۱۲۷

۲۴۱ ' ۲۴۲ ' ۲۴۳ ' ۲۴۴ ۔ تبلیغی نصاب ص ۶۰۲ ۔ ۵۹۶ ۔ ۵۹۶

۲۴۵ ۔ حضرت کا اتباع سنت اور عشق رسول ص ۴۷

۲۴۶ ' ۲۴۷ ' ۲۴۸ ' ۲۴۹ ' ۲۵۰ ' ۲۵۱ ' ۲۵۲ ۔ تبلیغی نصاب ص ۷۲۱ ص ۲۶۱ ۔ ۴۶۶ ۔ ۵۶۷ ۔
۷۰۷ ۔ ۶۰۱ ۔ ۲۷۵

۲۵۳ ـ ۲۵۴ ـ ۲۵۵ ـ ۲۵۶ ایضاً" ص ۲۸۱ ـ ۲۹۳ ـ ۲۹۲ ـ ۲۹۳
۲۵۷ ـ ۲۵۸ ـ ۲۵۹ ـ ۲۶۰ ایضاً" ص ۳۴۵ ـ ۳۷۱ ـ ۴۱۳ ـ ۵۱۵
۲۶۱ ـ تبلیغی نصاب ص ۵۲۲ و مجالس ذکر ص ۷۹
۲۶۲ ' ۲۶۳ ' ۲۶۴ ' ۲۶۵ ـ تبلیغی نصاب ص ۵۶۹ ـ ۶۰۴ ـ ۶۹۶ ـ ۷۰۲
۲۶۶ ـ فضائل صدقات ص ۱۰۷
۲۶۷ ـ ارشادات و مکتوبات الیاس ص ۱۳۶
۲۶۸ ـ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی تحریک ص ۷۷
۲۶۹ ' ۲۷۰ ـ فضائل صدقات ص ۸۹۸ ـ ۲۵۴

مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا

۱ ـ آپ بیتی ـ المکتبہ المدینۃ اردو بازار لاہور
۲ ـ ارشادات و مکتوبات حضرت شاہ محمد الیاس ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۳ ـ اکابر کا سلوک و احسان ـ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
۴ ـ اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ـ ادارۃ المعارف کراچی
۵ ـ الفرقان ماہنامہ لکھنؤ تذکرہ شیخ الحدیث ـ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
۶ ـ ام الامراض ـ ملک سنز فیصل آباد
۷ ـ بیعت کی شرعی حیثیت ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۸ ـ تبلیغی نصاب ـ مکتبہ رحمانیہ ملتان
۹ ـ تبلیغ کا مقامی کام ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۱۰ ـ تبلیغی تحریک کی ابتداء اور اس کے بنیادی اصول ـ مکتبہ ذکریا عالمگیر مارکیٹ لاہور
۱۱ ـ تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات ـ مکتبہ ذکریا عالمگیر مارکیٹ لاہور
۱۲ ـ تحذیر الناس ـ دارالاشاعت کراچی
۱۳ ـ تذکرہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ ـ لاہور
۱۴ ـ تذکرہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب ـ ذوالنورین اکادمی بھیرہ ضلع سرگودھا
۱۵ ـ تذکرہ شیخ الحدیث ـ صدیقی ٹرسٹ کراچی
۱۶ ـ حضرت جی کی یادگار تقریریں ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۱۷ ـ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ـ مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۱۸ ـ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول " " "

۱۹ - ذکرو اعتکاف کی اہمیت مکتبہ دینیات - بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور
۲۰ - ردالمحتار
۲۱ - سوانح قاسمی
۲۲ - شاہ محمد ذکریا صاحب کے معمولات رمضان - کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور
۲۳ - شمائم امدادیہ ۔مدنی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
۲۴ - صقالۃ القلوب مکتبہ دینیات - بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور
۲۵ - فتنہ مودودیت مکتبہ " " "
۲۶ - فضائل صدقات مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۷ - قیام اللیل للمروزی مختصر ' عبداللہ بن المبارک
۲۸ - کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات - مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۲۹ - مرقع یوسفی " " " " "
۳۰ - مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی تحریک - مکتبہ ذکریا عالمگیر مارکیٹ لاہور
۳۱ - ماہنامہ الفرقان لکھنؤ - مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
۳۲ - محبوب العارفین - ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
۳۳ - مکاتیب شاہ محمد الیاس - دار الاشاعت کراچی
۳۴ - مقدمہ عمدۃ الرعایۃ
۳۵ - محبت - مکتبہ دینیات رائے ونڈ لاہور
۳۶ - ملفوظات شاہ محمد الیاس - دار الاشاعت کراچی
۳۷ - مجالس ذکر - عمران اکیڈمی اردو بازار لاہور
۳۸ - موت کی یاد - ادارۃ المعارف کراچی
۳۹ - نورالانوار
۴۰ - ولی کامل - مکتبہ ذکریا عالمگیر مارکیٹ لاہور

اصل دعوت توحید کی دعوت ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو دیا